بسم اللہ الرحمن الرحیم

سراب مغرب

تصنیف

مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

یادگار شمس العلما ڈپٹی نذیر احمد مرحوم

جسے

ملا محمد الواحدی دہلوی

نے

بماہ ذی الحجہ ۱۳۴۳ ہجری النبوی مطابق جولائی ۱۹۲۵ عیسوی

پانچویں مرتبہ

اپنے درویش پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت ۸ /

انتباہ و اطلاع

سراب مغرب کا دائمی حق اشاعت مصنف علامہ راشد الخیری نے مجھے دیدیا ہے۔ اس لئے کوئی صاحب سے یا اس کے کسی حصہ کو بطور خود چھاپنے کا ارادہ نہ کریں ورنہ اخلاقی و قانونی جرم کے مرتکب ہونگے۔ ہاں تاجران کتب سراب مغرب سے فائدہ اُٹھانا چاہیں تو معقول کمیشن پر اس کی جلدیں دفتر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے خرید سکتے ہیں۔

جس کتاب پر پبلشر کے قلمی دستخط نہ ہوں وہ مال مسروقہ سمجھی جائے گی۔

خاکسار محمد الواحدی مالک و اڈیٹر نظام المشائخ۔ دہلی۔

رضی اللہ عنہا

الزہرا

تعلیم نسواں کی آڑ میں جس سنگدلی سے مغربی طوفان چمنستان مشرق کو پامال کر رہا ہے وہ کسی باخبر سے پوشیدہ نہیں۔ جن خوبیوں پر مسلمانوں کو ہمیشہ ناز رہا جن باتوں پر وہ سدا فخر کرتے رہے آج اُن کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ نماز روزہ خلق۔ محبت خلوص ہمدردی سلیقہ اور کفایت شعاری کی بجائے اسوقت وہ لڑکیاں پیدا ہو رہی ہیں جو اسلام سے کوسوں دور اور مغربی رنگ میں چلنا چور دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے نازک موقع پر کہ یہ مشرقی مہمان دم توڑ رہا ہے اور انکی خوبیاں حالت نزع میں ہیں اشد ضرورت ہے کہ لڑکیوں کی نگاہ سے وہ کتابیں نکلیں جو انکو سعادتمند اور سلیقہ شعار بیوی سچی مسلمان اور کامل انسان بنا سکیں۔ کتاب زمانہ کی رفتار کو ہاتھ سے نہ دے اور نہایت خاموشی سے اپنی دلچسپی میں ان جواہرات سے لبریز ہو جنکی چمک آنکھوں کے ساتھ دلکو بھی منور کر دے۔ لڑکیوں کے پڑھنے کے قابل اسوقت جو کتابیں موجود ہیں ان میں یہ دیکھکر کس قدر صدمہ ہوتا تھا کہ بنت رسول سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا کے کارناموں سے زنانہ لٹریچر قطعاً محروم ہے۔ کتاب کی تکمیل چنداں مشکل کام نہ تھا مگر میرا دل یہ چاہتا تھا کہ یہ واقعات اس بلبل خوش الحان کے نغموں میں ادا ہوں جس کا قلم تمام ہندوستان کو مسخر کر چکا ہے۔ یعنی علامہ راشد الخیری مدظلہ مولانا کا قلم بنت رسول کی داستان کہہ نہیں سکتا کہ کتاب کس پایہ کی ہے تاریخ میں ایک بیش بہا اضافہ کے علاوہ الزہرا بتاتی ہے کہ میاں بیوی کس طرح رہتے ہیں۔ مائیں بچوں کو کس طرح پالتی ہیں۔ دنیا کے ساتھ دین کیونکر میسر آتا ہے۔ باپ بیٹیوں کے کیا تعلق ہوتے ہیں اور انسانی ہستی کیا معنی رکھتی ہے۔ الزہرا افسانہ نہیں بنت رسول کے حالات و سوانح ہیں اور یہ واقعات ایسے دردانگیز پیرایے میں لکھے ہیں کہ پڑھتے پڑھتے ہچکی بندھ جاتی ہے۔ باوجود مورخانہ حیثیت کے اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھنے سے بھی نیت سیر نہیں ہوتی۔ خاتمہ پر ایک مفصل بحث شہادت اہلبیت پر ہے اور میدان کربلا کے واقعات جس طرح ادا کئے گئے ہیں انکی بابت صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ "محرم کا بیان اور مولانا کی زبان"۔ ضخامت قریباً ، جزو۔ قیمت ۱۲

ملنے کا پتہ: مینیجر نظام المشائخ پوسٹ بکس نمبر ۱۵ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ظن المومنین خیرا" مسلمان کا یقین و ایمان ٹھیرا۔ حسن ظن اسلام کی نشانی اور انسانیت کا ثبوت ہے۔ لاریب ہم کو میر اچپن سے بدظن ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ان کا نام بڑا اُن کے کام موزوں، اُن کے افعال درست اُنکے اعمال ٹھیک مگر یہ کہنا گناہ نہ ہوگا کہ جس خاندان کی لڑکیاں مرتے مرگئیں اور سادات کی بات پر حرف نہ آنے دیا جہاں دیکھنے دکھانے کے قابل عورتیں رانڈ ہوکر گھر کے کونوں میں بڑھیا ہوئیں اور قبروں میں پہنچ گئیں وہاں اکرم جہاں جیسی بچی کا یہ حشر یقیناً میر صاحب کے دامن پر وہ دھبہ ہے جو کسی کے چھپائے نہیں چھٹ سکتا۔ میر کلن جیسی آن بان کا آدمی جس کے قدموں پر رئیسوں اور نوابوں نے ٹوپیاں ڈالدیں مگر اس نے بیٹی نہ دی۔ نواب نصیر الدولہ بہادر یہ ارمان دل کے دل ہی میں لے گئے کہ ایک سیدانی کا گھونگٹ اپنے ہاتھ سے اُٹھاویں۔ مگر اس نے پورا نہ ہونے دیا بیٹی تین دن کی بیاہی بیوہ ہوئی اور وہ بیٹی جس کے حسن کا شہر بھر میں شہرہ تھا پچ مچاتی دنیا سے اُٹھ گئی مگر دوسرے مرد کی صورت نہ دیکھی، خدا کی شان اس غیرت و حمیت کا شخص اور اس کی حقیقی پوتی کا یہ انجام ہو۔ اس سے ہمکو بھی انکار نہیں کہ مغربی سیلاب اور طرز جدید کی رو اندھا دھند امنڈتی چلی آرہی تھی اور ایک میر اچپن کیا اگر تمام دنیا کے سید زادے زور لگا دیتے تو طوفان رکنے والا اور یہ بہاؤ ٹھہرنے والا نہ تھا، مگر میر اچپن بڑے باپ کا بیٹا گھر کا رئیس ساری برادری کا منڈھ، کنبہ کا سرتاج اتنا تو سوچتا کہ اس منزل کا مقام اس مسافر کا قیام اس

صبح کی شام اور اس آغاز کا انجام کیا ہوگا۔ سچ سوئیٹڈیا عزیز نہیں قریب نہیں، دوست نہیں رشتہ دار نہیں، اس کا بس چلتا، تو وہ سادات کی آبرو بیچ بازار برباد کر دادیتی، میر اچھن کو اس پر پھیر وسر کرنے کی وجہ اور اعتماد کا سبب کیا۔ میر صاحب پر جو گزرا وہ انکی سزا تھے اور یہ ان کے کردار کا نتیجہ اور اعمال کا انجام تھا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ایک مجہلی نے سارا جل گندہ کیا، اور اس ناہنجار اولاد نے بڑوں کی آبرو اور بزرگوں کی عزت سب برباد کر دی، اور وہ اصل نسل سید جنکا خاندان چاند کی طرح چمک رہا تھا، اس پر ایسا کلنک کا ٹیکا لگا کہ جب تک زندہ ہیں گردنیں نیچی اور زبانیں خاموش رہیں گی۔ ہماری آنکھوں نے جہاں میر اچھن کے یہ کرتوت دیکھے وہاں یہی آنکھیں میر کلن کا وہ سماں بھی دیکھ چکی ہیں کہ جوہر شرافت خاندان سادات میں اس طرح چمک رہا ہے کہ سارا شہر اس کی روشنی سے جگمگا اٹھا۔ میر کلن کہنے کے مسلمان نہ تھے، ان کا اسلام سچ مچ کا اسلام تھا اور وہ ایسے مسلمان تھے کہ آج ویسے مسلمان نظر نہ آئیں گے انہوں نے بیوی کی جو قدر و منزلت کی اور پرائی جائی کو جس عزت سے رکھا اب بھی دنیا اس سے سبق لے سکتی ہے، وہ بہنوں کے عاشق، بھائیوں کے پروانہ، ماں باپ کے فرمانبردار تھے وہ نوکروں کے آقا ہی نہ تھے، انکی شفقت اور محبت دلسوزی اور ہمدردی نے ماماؤں کو گھر اور نوکروں کو ماں باپ بھلا دیے، ان کا فیض صحبت اور صحبت کا اثر ایسا تھا کہ بیوی ایسی بیوی تھی جس کے جنازے کے ساتھ محلہ بھر کی واویلا اٹھی، اسکا دسترخوان اتنا عام تھا کہ بیسیوں پیٹ اس سے پلتے اسکا رحم و کرم اتنا وسیع تھا کہ دور دور کی بڑھیا ٹہریاں رانڈیں اور اپاہج اس کا شہرہ سنکر آتیں اور بامراد جاتیں ان تمام باتوں کے ساتھ دونو میاں بیوی کی دعا ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ خالی نہ تھی انکی دنیا بھی ایسی کہ خدا تمام دنیا کو نصیب کرے، برسات کے موسم میں جب اودی اودی اور کالی کالی گھٹائیں آسمان پر آتیں سبزہ کا فرش مخملی چاروں طرف بچھ جاتا، سبز سبز پودے اور خوشرنگ پھول ہر طرف کھلتے تو میر صاحب کی بیوی اپنے سارے کنبے محلے کو لیکر سید باغ میں جاتیں۔ پردہ کا انتظام اتنا معقول کہ بارہ برس کا بچہ بھی

اندر دخل نہ ہو، لہٰذا ید قدرت سے حظ اُٹھانیکا انصرام یہ کچھ کہ آمیوں کے ٹوکرے جامنوں کی جھلیاں اور دودھ کے کڑہاؤ حوض کے کنارے رکھدیے جاتے کڑاہیاں چڑھ جاتیں جھولے پڑجاتے جس وقت بیوی اپنی نندکو لے کر جھولے میں بیٹھتیں اور میراثنیں ایک ایک کر گاتیں -

مہارانی! کوڑیاں کھول رس کی بوندان پڑیں

کھول بہو جیا۔ کوڑیاں کہ رس کی بوندان پڑیں

میری بھاوج! کوڑیاں رس کی بوندان پڑیں

تو ایک ماما کشتی لے کر سامنے آتی اور بیوی اپنے ہاتھ سے خوان پوش اُٹھا کر سرخ چادر جوڑہ نند کو اُڑہاتیں یہ وہ وقت تھے کہ بہنیں ساون منانے بھائیوں کے ہاں آتی تہیں سسرال کا ایک ایک دن ان کو ایک ایک سال ہو جاتا تھا، اور جب خدا خدا کرکے یہ زمانہ آتا تھا تو بھائی کے ہاں پہنچتی تہیں، جھولے جھولتی تھیں، نیگ لیتی تھیں، اور یہ بہن بھائیوں کی وہ محبت ہوتی تھی جسکا اب نام ونشان بھی نظر نہیں آتا یہی ہی وہ رسم جس کو امیر خسرو ان الفاظ میں ادا کرگئے ہیں

نیم کی نبولی پکی ساون بھی کبھی آوے ہی گا

جیوے میری ماں کا جایا ڈولی بھیج بلاوے ہی گا

جھولا جھول کر کپڑے بدل بدلا بیوی سب کو لے کر کھانا کھانے بیٹھیں۔ پکوان اترتے بادل جھوم جھوم کر آتے اور برستے گھٹائیں گھر گھر کر اٹھتیں اور مینہ پڑتا، بیوی نند کے آگے خاطر مدارات میں بچھی جاتیں اور مہمان کی تواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتیں۔ اسی حالت میں دوسرے موذن کی آواز خدائے واحد کی توحید کا ڈنکا بجاتی اور کہتی نیک نیا لوا... نیک ساعت کا ... کو وہ سب وضو کرتے نماز پڑھتے اور اس خدا کا شکرادا کرتے جس نے بخیر وخوبی ان کو یہ دن اور یہ وقت دکھایا

(۲)

جب میر کلن کے شجر زندگی کا سایہ اس خاندان سے اُٹھا، تو گو بیوی کے پاس بیٹے اور بیٹیاں پوتے اور پوتیاں نواسے نواسیاں سب کچھ موجود تھے، مگر شوہر کی موت نے آنکھوں میں دنیا اندھیر

کردی، لوگ سمجھاتے تو کہتیں بس اب جینے کا مزہ نہیں، خدا عزت و آبرو سے اُٹھالے، ارمان یہ تھا کہ مرنے والے اپنے ہاتھ سے زمین کا پیوند کرتے، بیٹیں آئی تھی چارپائی کھلتی۔ مگر اللہ کو منظور نہ ہوا! اب ارمان ہی کہ انکی پائینتی پڑ رہوں۔ بچے جئیں انکی ہزاری عمر ہو۔ مگر خدا مجھکو ان کا محتاج نہ کرے، سائیں راج بلند راج، پوت راج محتاج راج۔ میں دس دس برس ہیں کے لیے بلکنا کیا جانوں، خدا ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے سب عیش کر و گئے ! ان ہاتھوں میں مزاروں آئے اور گئے اب اللہ رکھے گھر والیاں آگئیں لیں ورا ٹھائیں۔ یہ بوٹا ور گرگابیاں اور ایک بڑ میرے تو فرشتوں نے بھی نہیں دیکھے، غضب خدا کا فقیر کے دروازے پر آنے کا حکم نہیں رضیۃ الفقیر دو کوس سے کنوئیں سے اس جاڑے پالے اور اندھیرے گھپ میں ٹھو کریں کھاتا آتا تھا۔ میں کیا اسے خزانہ دیدیتی تھی۔ بڈھا پھونس بارہ مہینے کا بیمار دو روٹیاں اور تہوڑا سا سالن ڈالدیا، ایک وہ تھے کہ اگر بیمار پڑ جاتا تو خود جا کر پوچھتے تھے کہ سائیں کل کیوں نہیں آئے، ایک صاحبزادے ہیں کہ غریب نے صدا دی اور انہوں نے جا کر کہدیا خبردار آیندہ نہ آنا، محنت کرو اور کھاؤ۔ بھلا بوا آنکھوں سے معذور دو قدم چلے تو کم بخت کا سانس اکھڑ جائے، اب اس کے کمانے کے دن ہیں۔ میں تو اسی دن سے کہہ رہی ہوں کہ سامنے ہی میں تجھکو کہوں بھوری تو کان رکھ آج بہن کے فقیر اور باپ کے سائیں کو کہا کل مجھے کہد ینگے تو کیا رلو نگی یہ گن اور یہ چھن خالی جانے والے تہوڑے ہی ہیں۔ بہوئیں ماشا اللہ وہ نور علی نور کبھو نیکبخت جنم نہ دیکھا بوریا اور سپنے آئی کھاٹ، تو یہ تہیڑ اور تماشے کیا جانے کبھی تیری اماں خالہ نے دادی نانی نے بھی دیکھے تھے یا تو ہی انوکھی عورت بنی ہے دن بھر ناول ہیں ورکتابیں بیوی کو پڑھنے کا شوق ہے تو شوق سے پڑھو آنکھیں سکھہ کلیجے ٹھنڈک، قرآن پڑھو۔ حدیثیں پڑھو۔ یہ بھی کوئی پڑھنا ہے کہ نماز کے نام تو موت اور گھر کی صفائی کا مضمون چھپا چھپ پڑھا جارہا ہے۔ نابی ہم نے بہو بیٹیوں کے یہ ڈھنگ نہیں دیکھے، مگر اس بیچاری کا کیا قصور، پچھڑا اناچتا ہی کھونٹے کے بل جب جیو وہ بدولت ہی نماز سے بیزار ہو جائیں تو وہ کس گنتی میں تم نے بھی یہ اندھیر کہیں دیکھا

صبح سے شام تک سارا گھر ترقی ترقی پکارتا پھرتا ہے اور ایک وقت کی نماز نہیں پڑھتا لے دے
بہئی آخر ہم بھی تو سنیں وہ ترقی ہے کیا بلا جو نماز کو گناہ اور روزے کو حرام کر دے، پرسوں
مس صاحب کی دعوت تھی، دعوت کیا ایک مصیبت تھی، بیسیوں قسم کی مٹھائیاں اور
سینکڑوں وضع کی ترکاریاں، میں بھی آخر بچہ نہیں ہوں سو روپے سے کم نہ اٹھے ہونگے اس
پر چیخ پکار یہ ہے کہ قوم مر رہی ہے، بیٹا اگر قوم مر رہی ہے تو یہ روپیہ قوم ہی کو دیا ہوتا، یتیم بچے
ہیں، رانڈ بیوائیں ہیں، اپاہج فقیر ہیں، ان کو دیتے تو دین اور دنیا دونوں میں اچھے، وہ الفتی
اتنا کچھ اڑ کار گئی، حاصل دین نہ حاصل دنیا، میں تو اب فقط جلنے کو رہ گئی ہوں اتنا کہا تھا میٹی
چادر دیکھ کے پاؤں پھیلاؤ، کرایہ آنے میں ماہ دن پڑے ہیں ہوگا تو کس سے بھیک مانگو گی، ارے بیوی میں
تو کہہ کر چور ہوگئی، دونو میاں بیوی میری جان کو آگئے بس بوا اب تم یہ دعا کرو کہ اللہ انجام بخیر کرے

(۳)

اپنی اماں کی ہو یا میری جائز اطاعت کے واسطے تم کو عذر نہ کرنا چاہیے لیکن والدین کا ناجائز حکم
اگر اولاد ٹالدے تو یقیناً وہ گنہگار نہیں ہے، اماں جان اگلے زمانہ کی آدمی وہ آج کل کی ضرورتوں
کو سمجھ کیا خاک سکتی ہیں، پرانے خواب دیکھ رہی ہیں، اور وہی لکیر کی فقیر ہیں، تم کو مس صاحب
کی پارٹی میں ضرور شریک ہونا چاہیے۔ وہاں بیسیوں بیویوں سے ملو گی، معقول باتیں،
علمی چرچے ہوں گے، تبادلہ خیالات ہوگا، جاؤ ضرور جاؤ۔ وہ مطلق ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتیں
اور اپنی طرح سب کو جاہل رکھنا چاہتی ہیں۔

مشرف جہاں مجھے تو ان سے ڈر ہی لگ رہا ہے، تم ان کو سمجھا لو تو میں چلی جاؤں
سن ہی ہو کیسی فضیحتیاں کر رہی ہیں، ایک سر گوندھنے پر سارا گھر سر پر اٹھا لیا کہ یہ عیسائیوں کے
سے بال بنائے ہیں۔ میں اکیلی کس طرح چلی جاؤں، اکرم تو رو رو کر خون کر دے گی۔

میر اچھن تم اسکو شوق سے لیجاؤ اس کو روکنا اس کے ساتھ دشمنی ہے۔ وہاں جائیگی
بیسیوں باتیں کان میں پڑیں گی۔ انگریزی رنگ ڈھنگ سیکھے گی، دنیا میں رہنا آئیگا، اس

دنیا میں اگلے زمانہ کی سیدھی سادی عورتوں کا رہنا مشکل ہے۔ آج کل کے شوہر تعلیمیافتہ بیوی پسند کرتے ہیں، ہم اما کی وجہ سے اپنی بچی کی زندگی برباد نہیں کرسکتے، تم طیار ہوجاؤ میں ڈولیاں منگواتا ہوں۔

کہاروں نے آواز دی ماں بیٹیاں کپڑے بدل طیار ہوئیں تو ماں نے بیٹے سے آکر کہا اچھن میاں تمکو ہماری زندگی ہی میں ہی بھرپور ہو گئی۔ ابھی تمہارے باپ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا کہ تم ماں کی صورت سے متنفر اور عادتوں سے بیزار ہوگئے۔ دیکھو بخار میں ہلہلا رہی، اور پرسوں صبح کی پاؤ روٹی کہائے ہوئے ہوں، تم میرے محتاج نہیں، گھر والے اور اللہ رکھے سب قابل ہو، مگر میرے بڑہے چونڈے کو کورے استرے سے نہ مونڈو۔ میں زیادہ دن نہ جیوں گی اور کچھ دن کی ہوا کہا رہی ہوں، مجھہ کو زمین میں گاڑ کر جو جی چاہے وہ کرنا میں نے بالوں پر اعتراض نہیں کیا۔ شوق سے بنواؤ۔ خدا تم دونوں کو خوش و خرم رکھے، صرف اتنا کہا تھا اور اب بھی کہتی ہوں کہ یہ رستہ ٹھیک نہیں اس کا انجام اچھا نہ ہوگا، تم مجھپر رحم کرو میں منت سے کہتی ہوں میری زندگی تلخ نہ کرو، اور خدا کے واسطے مجھے یہ دن نہ دکھاؤ کہ میری آنکھوں کے سامنے بہو اور پوتی دونوں کی دونوں اکیلیاں پرائے جلسہ میں چلی جائیں۔

اچھن (ہنسکر) اماجان آپ بھی کیا باتیں کرتی ہیں، اکیلی جانے کو کیا ہے، وہاں کوئی ہوا بیٹھا ہے جو کہا جائے گا، موت اور زندگی خدا کے ہاتھ ہے۔ میں کیوں آپکا مرنا چاہونگا آپ زمانہ کو دیکھئے اور زمانہ کی رفتار کو دیکھئے اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ یہ چاہتی ہیں، کہ آپکے بعد ہماری زندگیاں برباد ہو جائیں، اور اکرم کو کوئی بر تک نہ جڑے، آپ جا کر لیٹئے اور اس معاملہ میں نہ بولئے۔ یہ دونوں شام تک آجائیں گی۔

ماں۔ میری عاجزی کا یہی جواب ہونا چاہئے تھا، شاباش بیٹا شاباش، بس دب چکی دیکھوں تو ہی تو کس کا بچہ ہے کہ ان دونوں کو بھیجدے، خدا کی قسم اچھن اگر یہ دونوں وہاں گئیں تو آج ہی ماں کا جنازہ اس صحن میں دیکھ لیجیو، غضب خدا کا کواری بچی جسکا پلہ اسوقت تک

کسی نے نہ دیکھا آج کھلے خزانے عیسائیوں میں جائے، منہ پر ہاتھ پھیر کر دیکھ، ناک ہی، یا کٹی، بیٹے کا ارمان ہی مُن کو کرتے ہیں، بہوئیں اسی واسطے آتی ہیں کہ بزرگوں کی آبرو اور بڑوں کی آن بان پر پانی پھیر دیں، تیری ہستی کیا ہی اور تو بکتا کیا ہی، تو سید نہیں چمار ہی، تیری حمیت غارت ہو گئی، تیری حیا رخصت ہوئی یہ معصوم سیدانی کواری ہی۔ اسکو پرائے گھر جانا اور دوسرا اور بسانا ہی اس کی موتی سی آبرو میری زندگی تک تیرے ہاتھ میں نہیں ہی۔ خون پانی ایک کر دونگی اور خدا کی قسم کہا کہتی ہوں اس بھولی چڑیا پر اپنا خون قربان کر دونگی تو بیوی کا مختار ہی۔ بسم اللہ کر، جلسوں میں بھیج بازار میں نچوا۔ رکھی تو ساس سسروں کی اور کاٹی تو اماں باوا کی، جائے ایک دفعہ نہیں سو دفعہ اپنے بزرگوں کا نام روشن کرے مگر اس کے ساتھ تو میری عزت ہی کمبخت ان رگوں میں میرا خون دوڑ رہا ہی۔ اس کی آبرو پر ایک حرف تمام خاندان کو برباد کر دیگا۔ اور ایرانی سیدوں کی آبرو جس کے طفیل میں ٹمٹما رہا ہی دم بھر میں تباہ ہو جائے گی۔

دونو میاں بیوی پہلے بڑھ چڑھ کر بول رہے تھے مگر سیدانی کا جلال ایسا ویسا نہ تھا غصہ میں تھر تھر کانپ رہی تھی۔ منہ سے جھاگ اور آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا۔ پوتی کا ہاتھ گھسیٹ اپنے والان میں آگئی، اور خاموش لیٹ گئی۔

مرے اس بہو کی ماں جو ساس کے سامنے تو در کنار ساس کے پیچھے بھی ایک حرف زبان سے نکالا ہو، میاں نے بیوی کو اور بیوی نے میاں کو دیکھا۔ مگر نہ وہ کچھ بولا نہ وہ، احسن اٹھ باہر چلدیا، اور بیوی بیٹھ سینے پرونے لگیں۔

(۴)

بیٹی میری حالت روز بروز ہیں لمحہ بہ لمحہ خراب ہو رہی ہی، احسن پرسوں شکار کو گیا، کھڑے کھڑے میرے پاس آیا تھا، میں کچھ کہنا چاہتی تھی نہ ٹھہرا چلا گیا۔ یہ میرا آخری وقت ہی زندہ رہتی تو اکرم کو اپنے ہاتھ سے دلہن بناتی اور جو کچھ تار تنکا پاس تھا اس

کو دیدیتی مگر اب جینے کی امید نہیں، لو یہ کنجیاں لو، صندوقچہ کا زیور تمہارا دیکھا ہوا ہے مگر چھالیہ کی تھیلی میں سو اشرفیاں پوٹلی میں بندھی رکھی ہیں، یہ میری امانت ہے۔ خبردار خیانت نہ کرنا۔ بچی کا دان ہے، بے ایمان نہ بننا۔ اور نکاح کے وقت میری طرف سے زیور بنوا دینا۔ ایک طرف تیس اشرفیاں رضیہ کے بچوں کی ہیں، اُن کو دیدینا۔

مشرف جہاں آپ کیا فرما رہی ہیں، خدا آپ کو اپنے ہاتھ سے اس کو دلہن بنانا نصیب کرے، اماجان بیماریاں کیا ہوتی نہیں، آپ ایسی نا امید کیوں ہو گئیں، اللہ شفا دیگا۔

ساس - ارے بچی یہ دھوکے دھوپ میں نہیں کیے، اب چلتیوں کا پھیرا ہے، گھر کی مالک تم تھیں ہزار برس کی یہ قصر سادات آج تمہاری بنیاد پر کھڑا ہے اس کی لاج رکھنا اور یاد رکھنا کہ چاہے کچھ ہی گذر جائے مگر گھر کے بھرم میں فرق نہ آئے، بچی تمہاری دہلیز پر اور دو چار برس کی مہمان ہے، یہ تمہارے نزدیک کچھ نہ ہو مگر ہولناک ہے کہ میر کلن کی آبرو جنگل ہڈیاں تک گل کر آٹا ہو گئیں، آج اس کے ساتھ ہے ان کی نام لیوا اب یہ بچی ہے جو تمہارے سپرد ہے، اور جس کی مالک تم ہو، دیکھو میرا سانس بگڑ رہا ہے۔ صاحب اولاد ہوتیں، میری آنکھیں اس وقت کیا ڈھونڈ رہی ہیں، یہ میری زندگی کی آخری گھڑیاں ہیں، دنیا اور دنیا کی مصیبتیں ختم ہوتی ہیں، اس تمام عمر میں صرف ایک چیز تھی جسکو اپنا سمجھا جس سے بہت کچھ امیدیں تھیں کیا بتاؤں وہ کون تھا وہ میاں اچھن تھے جو ماں کو مرض الموت میں چھوڑ کر تنکا کو چلے گئے، دل تڑپ رہا ہے آنکھیں ترس رہی ہیں مگر اس لال کی آواز کان میں نہیں آتی، یہ جان ہنستی ہوئی یہ دم بولتا ہوا۔ یہ روح کھیلتی ہوئی اور یہ سانس چلتا ہوا رخصت ہوتا، اگر وہ ہوتے مگر.....

اس کے بعد مریضہ کی زبان بند ہو گئی، مگر آنکھیں کھلی رہیں ہاتھ پاؤں پھر بھی کچھ نہ کچھ کام کر رہے تھے، اشارے سے پوتی کو پاس بلایا، کلیجہ سے لگایا، اور ہٹا دیا، کچھ سوچا آنکھیں بند کیں مسکرائی، زور زور سے خالی ہاتھ گلے سے لگائے۔

یہ عالم خیال میں اچھن کی صورت تھی اسی طرح کچھ دیر تک پڑی رہی اور پھر آنکھ کھولی بہو کو

اپنے پاس بلا کر بٹھایا، اور کہا۔

ما۔ بیوی مجھپر رحم کر اور میرے لال کی صورت مجھے دکھادے۔

مشرف۔ اماجان وہ تو ابھی آئے نہیں۔

ما۔ کیا وقت ہے یہ کون چیخ رہا ہے۔

مشرف۔ رات آدھی گزر گئی، چوکیدار بول رہے ہیں۔

ما۔ دنیا اس وقت کو نہیں بھول سکتی، وہ ما جس نے اپنی ساری بہاریں امتا پر قربان کر دیں، جس نے تکلیف کو تکلیف نہ سمجھا، جس نے راتیں گنوا کر اور دن گزار کر ایک ننھی سی جان کو جوان دیکھا، آج مرتے وقت دم واپسیں اس چاند سے چہرے کو ترس رہی ہے، اس لمحہ کی قیمت جب اچھن میرے کلیجہ سے چمٹا ہو ساری دنیا بھی نہیں ہو سکتی، مشرف خدا را اچھن کو بلا، میرا دم سینہ میں اٹک رہا ہے ما یہیں تک پہنچی تھی، کہ اکرم نے باپ کی تصویر دادی کو دکھائی، بیتاب ہو کر پیار کیا، کلیجہ سے لگایا اور ایک چیخ مار کر کہنے لگی۔

"اچھن میاں خدا حافظ"

روح نے عالم بالا کو پرواز کیا، اور اس طرح مرنے والی کا وہ ارمان کہ شوہر کی پائنتی جا پڑوں چند مہینے کے اندر پورا ہو گیا۔

(۵)

کیا بتاؤں یہ زندگی تو ان لوگوں کی ہے، کمرہ منہ سے بول رہا تھا، ہر چیز قرینہ سے رکھی سلیقہ سے سجی، لباس واہ واہ، گوٹا نہیں ٹھپا نہیں، سیدھا سادہ دھوبی کا دُھلا دُھلایا مگر سبحان اللہ کوٹھی کیا تھی جنت تھی، میں نے بھی اس عمر میں بیسیوں ہی بیویاں دیکھیں غریب بھی اور امیر بھی مگر ایسا مزاج تو دیکھا نہ سنا، اور احاطہ میں گھستے ہی آنکھوں میں طراوت، آتی ہے پھول کھلے ہوئے، گلاب مہکا ہوا بیلیں چڑھی ہوئیں، رستہ کا یہ حال کہ چونہ گچی کی عمارت، میز، کرسیاں، استانیاں، مامائیں، کس کس کی تعریف کروں، لڑکیاں تھیں تو کوئی پچیس بلکہ

مگر جو بھی ایسی سدھائی کہ دیکھ کر جی خوش ہوتا تھا، کیا مجال جو پرندہ پر مار جائے، چپراسی ایک عورت تھی، اُستانی جو پڑھا رہی تھیں ہیں تو عیسائی مگر ہم جیسی میں سلمانیں ان پر قربان کیسی ہیں خلق کہ آدمی کا اُٹھنے کو جی نہ چاہے، یہ حال ہی جب اُن لوگوں کو خدا نے یہ کچھ عزت دے رکھی ہے

میاں۔ سات برس اماجان کی بدولت یونہی برباد ہو گئے، خیر اب بھی کچھ نہیں گیا تم کل جا کر اس بچی کو تو داخل کرا دو میں پرسوں تمہاری مس پر جو لیڈی ہے خود ملا تھا سب باتیں طے کر آیا ہوں، ہر طرح کی اُنہوں نے حامی بھر لی ہے۔ میں تو خود ہی مجبور تھا، بلا سے تین چار برس میں کچھ تو سیکھ جائے گی۔

بیوی۔ ہاں نیت شب بخیر انشا، اللہ کل داخل کرا دوں گی، کتابیں وہیں سے ملجائیں گی اُن کے دام بھی دیدونگی اور فیس داخلہ بھی۔

میاں۔ میں نے مس صاحب سے یہ بھی کہدیا ہے کہ ہماری بچی کو انجیل نہ پڑھائی جائے اور انہوں نے وعدہ بھی کر لیا ہے، تم بھی تاکید کر دینا۔

بیوی نوج انجیل کیوں پڑھنے لگی میں آپ اُن سے بات چیت کر لونگی خدا نہ کرے انجیل کیوں پڑھانے لگیں۔

(۹)

اچھن میاں خدا گواہ ہے اگر میں اس غرض سے آئی ہوں کہ باپ کے دو ڈھائی سو کے کرائے یا اس کے زیور اور جائداد میں اپنا ترکہ مانگوں میرا خدا دیکھتا ہے اگر میری یہ نیت ہو کہ میں تم پر کسی قسم کا دباؤ ڈال کر یا اپنا حق جتا کر کچھ وصول کروں جب تک میرا وقت بنا ہوا، اور زمانہ مجھ سے موافق تھا، جو کچھ میرے ہاتھ پاؤں سے ہو سکا اس روپے میں سے جو میرے خدا نے مجھکو عطا فرمایا میں حیثیت کے موافق عزیزوں کے ساتھ سلوک کرتی رہی، تمہارے بیاہ میں ابا جان کا ہاتھ تنگ تھا اور وہ جوڑا ہے کے لیے پریشان تھے۔ میں نے یہ جھالے جراب تمہاری بیوی پہنے بیٹھی ہیں اور اللہ ان کو نصیب کرے، باپ کے سچ اور تمہاری خوشی پر قربان

ڑنے جب میرا وارث اُٹھ گیا، اور جس دم سے میں بیگم بنی بیٹھی تھی وہی نہ رہا، تو میری صاحبی ختم
ہوئی، پھر بھی مجھپر جو گزری میں نے گزار لی، مگر میرا منہ نہیں کہ خدا کا شکر ادا کر سکوں
سوقت تک ایک کونے میں دونو معصوموں کو چھاتی سے لگائے عزت و آبرو سے بیٹھی ہوں
ی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا، در در کی ٹھوکریں نہیں کھائیں، میں نہیں کہتی کہ مجھپر کیا گزری
مجھے شکایت نہیں کہ تم نے اماں باوا کے بعد میری بات نہ پوچھی، خدا تمہاری عمر دراز کرے
ہمارے دم سے میکے کا دروازہ کھلا ہوا ہے میں تمہارے رحم و کرم کی ملتجی، اور عنایت و شفقت
خواستگار ہوں، میرا بچہ بیمار ہے اس کے سینہ میں ناسور ہے اور آج تین مہینہ سے میرا تمام
مانہ حکیموں ڈاکٹروں اور دوائیوں ٹنٹڈائیوں میں اُٹھ رہا ہے، میرا زیور ختم ہوا، روپیہ ہو چکا
راب میرے پاس اتنا نہیں کہ گھر جا کر ڈولی کا کرایہ دیدوں، اگر تم اس وقت اماں جان کی اشرفیاں جو
ہارے پاس امانت ہیں مجھکو دیدو تو میں ان مصیبتوں سے بچ جاؤں مجھے اب اپنے بچہ سے زیادہ
ر کیا رہ گیا ہے، اگر خدا کو یہی بہانہ سے اس کی جان بچانی ہے تو اس کا آپریشن کرا لینا چاہیے
ں یہ سمجھونگی کہ اچھن نے روپیہ اپنے پاس سے دیا۔ بدنصیب ہوں بنکر بگڑی اور بس
اُجڑی، خوشی خوشی چلی جاؤنگی، دعائیں دونگی۔ پھولو گے پھلو گے، بھیا رحم کر۔ مجھے آئے
ہوئے بہت دیر ہو گئی۔ بیمار بچہ چھوڑ کر آئی ہوں، راہ دیکھ رہا ہوگا، اور رو رہا ہوگا۔
بھائی۔ آپا مجھے تمہارے روپے سے انکار نہیں بیشک تمہاری امانت کا میں ذمہ
دار ہوں صرف اتنا قصوروار ہوں کہ وہ روپیہ میرے پاس صرف ہو گیا۔ انشاء اللہ
ی تاریخ کو شوق سے اپنا روپیہ لے جاؤ۔
اچھن۔ تم نے میری ضرورت کو غور سے نہیں سُنا میری جان نکل رہی ہے، میرا دم فنا ہو رہا ہے
ے پہلی اور دوسری سے کیا واسطہ میرا بچہ پھوڑے میں تڑپ رہا ہے۔ تم کچھ تو مجھے اسوقت
دو کہ میں آپریشن کرا لوں۔
بھائی۔ تم مجھے جھوٹا سمجھتی ہو، دیکھ رہی ہو کہ میں نوکروں کے لیے باہر کا کمرہ بنوا رہا ہوں

شام کو ساٹھ روپے کی مدد بانٹنی ہی، اور پیسہ پاس نہیں، مجھے آخر دینا ہی جب دیتا اب
بیتا۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں، اس وقت تو معاف کرو، اگر ایسی ہی ضرورت ہو تو پہلی
لو انشاء اللہ منگوا لینا۔
بہن۔ بہن میرے کلیجہ کو لگی ہوئی ہے۔ میں اپنی کوشش میں کمی نہ کرونگی لیکن اپنا
سمجھہ لینا کہ جس وقت یہ خبر شہر میں مشہور ہوگی کہ میر کلن کا نواسا اور اچھن کا بھانجا خیراتی
سپتال میں مارے ہوئے پڑی ہی تو یہ عزت جو بنا رہے ہو سب بگڑ جائے گی۔ اچھا
ڈولی منگوا دو میں جاتی ہوں۔
رضیہ ڈولی میں بیٹھی تو امید کی خوشیاں جنہوں نے بچہ کی صحت کا یقین دلا دیا
تھا ختم ہو چکی تھیں، سوچنے لگی کہ اللہ غنی دنیا اسی کا نام ہی جو بہن ۲۰ ہزار کا ترکہ
چھوڑ بیٹھی اس کو بیس روپے بھی بھائی سے نہ دیئے گئے، گھر گئی اور خیال کیا کہ
اسی ڈولی میں بچے کو لیے سپتال چلی جاؤں، مگر پھوٹی کوڑی پاس نہ تھی۔ خدا کا شکر کیا اور بیٹھہ گئی

(۷)

اچھن کی حالت طریقہ رہائش اور بود و باش میں اگر صرف اتنی تبدیلی ہوتی کہ دری چاندنی
کی بجائے میز کرسیاں، حقہ کے بدلے سگرٹ، اور پانی کے عوض سوڈا آ جاتا، تو کام ہرگز
ہرگز شکایت کا موقعہ نہ تھا، مگر رونا اس کا ہی کہ جب تک ماما چاء کی تین پیالیاں اور ہاف بوائل
انڈے نہ دے دیتی تو اللہ کے بندے بچھونے سے نہ اٹھتے غسل اور وضو کس کافر کو تک
کو نصیب ہوتی، اور وہی رات کا باسی منہ نماز کے وقت چلنے لگتا، آٹھہ بجے کے قریب
ڈولی آتی، اور اکرم جہاں مدرسہ چلی جاتی، گیارہ بجے کے قریب کھانا کھانے آتی اور پھر
چلی گئی، اب کی گئی گئی پڑھائی، ٹینس بیڈمنٹن سے فارغ ہو ہوا کبھی سات بجے، کبھی آٹھہ بجے
آتی تینوں کے کمرے الگ الگ مقرر ہو گئے تھے میاں بیوی کے کمرے تو قریب قریب
مشترک تھے، مگر اکرم کے کمرے کا انتظام اچھن نے خاص طور پر کر دیا تھا کہ اس کی بلا اجازت

نہ خود ادہر جاتا نہ کسی اور کا جانا جائز رکھتا، اس کی ڈاک جس میں لوکل سہیلیوں کے خطوط اور اخبار و رسالے ہوتے باہر ہی کے باہر اس کے ہاتھ پہنچ جاتی۔ کہانا ایک وقت دیسی ہوتا ایک وقت انگریزی مگر باوجود ان سب باتوں کے اس انقلاب کے ایام ابتدائی میں بھی دیکھا گیا ہی کہ عشاء کی نماز بلاناغہ تو نہیں مگر کبہی کبہی مشرف نے توڑ ہی ہی، یہ سب کچھ دودہ کا اثر تھا یا کچھیاں کی صحبت کا نتیجہ، مگر آگے چل کر تو نماز روزہ کس کا وہ مسلمان کے نام سے شرماتی تھی، ہاں جلسوں میں نماز پڑہنے کے واسطے سب سے آگے اور سب سے پہلے تیار ہو جاتی۔

(۸)

ابا جان! میری زندگی ہی تھی جو میں بچ گئی، پندرہ دن ایسے گزرے ہیں، مس صاحب کی کوٹھی کیا تھی میں تو یہ سمجھتی تھی بہشت میں پہنچ گئی، کیسی شفقت تہی اماجان بھی اتنا خیال نہیں کرسکتیں، نماز کے وقت آتی تہیں تہرمامیٹر لگایا نسخہ لکھا، دوا پلائی اور چلی گئیں آٹھ بجے اپنے ساتھ آیا کو لے کر پھر آئیں، انڈے چار دودہ چینی زبردستی اس محبت سے پلائیں کہ عمر بھر احسان نہ بہولونگی۔ دس بجے پہر دوا دتیں بارہ بجے اپنے ساتھ کہانا کہلاتیں۔ نام کو تو ایک روپیہ روز کا تھا مگر دس روپے بہی ہم روزانہ اٹہائیں تو آرام نصیب نہیں ہوسکتا۔ شام کو کوٹھی کے احاطے میں ساتھ لے کر ٹہلتیں گرمی سردی کا اتنا خیال رکہتیں کہ ذرا ٹھنڈ ہوئی اور انہوں نے گرم کپڑا پہنایا، اس گھر میں تو قیامت تک اچھی نہیں ہوتی بہلا وہ کہلی ہوئی ہوا یہاں کہاں مجھے تو یہ جیل خانہ معلوم ہو رہا ہی، گلی میں گھست ہی وہ بدبو آئی کہ خدا کی پناہ تعجب ہوتا ہی کہ اگلے زمانہ میں لوگ کس طرح زندہ رہ سکتے تھے۔ تنگ گھر اور میلی کوٹھریاں جہاں اوّل تو ہوا کا گزر ہی نہیں، اور ہے بھی تو میلی کچیلی، گندہ خراب اس ہوا سے تو تندرست آدمی بیمار پڑ جائے، بیمار تو خاک اچھا ہوگا جب ہی تو پہلے ز[illegible] اموات کا یہ حال تھا کہ عورتیں ہزار ادہر اس لیئے مرتی تھیں کہ تازی ہوا انکے لیئے قطعی حرام میرا چھین خدا نے تمہاری جان بچالی، سب کچھ بہر پایا، تمہارا بہیجڑا ہمیشہ کا کر[illegible]

اور اب نہ احتیاط کرنا کہ ہوا نہ لگنے پائے۔

اکرم۔ اب تو جناب مجھے امتحان کی پڑی ہوئی ہے۔ پانچویں کا امتحان ہے، آج پہلی تو ہو ہی گئی۔ تین انعام ہیں۔ اللہ کرے اب کے تو میں انعام لاؤں۔ پہلے انعام میں تو ایسا خوبصورت رومال ہے کہ آپ دیکھیں تو کہیں کہ دنیا میں کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں، دوسرے انعام میں دو جلد بندھی بیل کڑھی ہوئی کتابیں۔ تیسرے میں چاقو اور پنسل۔

میر اچھین۔ امتحان کس کس مضمون کا ہے۔

اکرم۔ عقل کی باتیں۔ اردو خوش خطی

میر اچھین خط تو تمہارا ماشاء اللہ اب بہت اچھا ہوگیا ہے، بنا بنا کر لکھو گی تو ضرور پاس ہو گی، اردو تم پڑھ ہی سکتی ہو، اور فر فر پڑھتی ہو عقل کی باتیں ایک آٹھ صفحے کی کتاب ہے، گھنٹہ بھر میں حفظ ہو گی۔ لاؤ جن باتوں پر میں نشان کر دوں ان کو یاد کر لو۔ وہی دیکھ لینا امتحان میں آئیں گی۔

اکرم۔ انعام لانا کونسی بڑی بات ہے محنت کی ضرورت ہے۔

(۹)

تم نے اپنے گنوں سے کنبہ بھر کی ناک کاٹ دی، تمہاری آنکھوں پر وہ پردے پڑے ہوئے ہیں، جو کسی طرح نہیں اٹھتے، گھر کی آبرو تم نے کھوئی، بزرگوں کا وقر تم نے برباد کیا، ماں باپ کی ناک تم نے کٹوائی اسلام کی شان تم نے کھوئی جس سرزمین پر سات پشت سے خدا اور رسول کا کلمہ پڑھا جاتا تھا وہاں آج تمہارے راج میں یسوع مسیح کے گیت گائے جا رہے ہیں، تمہاری صورت پر لعنت، تمہارے چہرہ پر پھٹکار، تمہاری حالت پر افسوس یہ مسلمان کا گھر ہے، جہاں مہینوں اور برسوں خدا کو سجدہ نہیں ہوتا تعلیم کا مضائقہ نہیں میل جول پر تعجب نہیں، ترقی کی کوشش جائز اور اصلاح کی دھن درست، چشم ما روشن دل ما شاد، لیکن مذہب سے نفرت، خدا سے علیحدگی، رسول سے گریز یہ چھین اور ترقی کا دعویٰ، اچھے دونو جہان سے گئے، خسر الدنیا والآخرہ میں نے عہد کیا تھا کہ انشاء اللہ

عمر بھر بھائی کی صورت نہ دیکھو نگی، ابا کے ساتھ اچھن بھی مر گیا، مر جاتی اور اس گھر کا رخ نہ کرتی مگر اس بڑھیا کی مصیبت لے آئی۔ آنکھیں کھول کر دیکھو یہ کون ہے یہ غیر ہے مگر اپنوں سے بہتر یہ رشتہ دار نہیں مگر ماں باپ سے بڑھ کر اس نے ظالم تجھ کو مجھکو رضیہ کو تینوں کو کھلایا۔ اس نے تیرے چچا اور باپ کو دودھ پلایا ان کے شجر زندگی کو خون جگر سے سینچا۔ اسکی مامتا نہ تھی مگر اس نے اپنی عنایت سے، اسکو لگی نہ تھی لیکن اس نے اپنی شفقت سے تجھپر احسان فراموش تجھپر میٹھی نیندیں قربان کیں اس کی قدر کرنے والے مر گئے مگر یہ بدنصیب اس دن کو زندہ رہی تھی کہ جب تجھ جیسا نا ہنجار جو اس کی گود میں ٹلوا تھا جوان ہو جائے تو اسکو گھر سے نکالدے۔ اس کے حق کو غارت کرے اس کی عنایت پھونکدے، اسکی محبت کو آگ لگا، یہ اب بھی تیری خدمت کر رہی ہے مگر اس لیے کہ بیمار کو ایک روز نماز میں دیر ہو گئی تو نے گھر سے نکالدیا، اور تنخواہ ضبط کرلی، رضیہ تیری بہن ہے راندہ ہے مصیبت زدہ ہے اس نے تجھ سے گڑگڑا کر ترکہ نہیں روٹی نہیں اپنے باپ کی امانت مانگی اس کا بچہ مر رہا تھا، اس کی آنکھوں میں دنیا اندھیری تھی اس کے آنسو تیرے سامنے گرے مگر تیرا پتھر دل نہ پسیجا، تو نے اس کا میکے دونوں کا حصہ دبالیا، مگر دیکھ اسکے اُف نہ کی مگر یہ مظلوم ہے اسکا دل دکھا اس کی آہ کا تیر کلیجہ کو دے گا، غارت اور برباد ہو جائیگا اٹھ اس کی تنخواہ دیدے نہیں ہے تو مجھ سے لے اور دے، اس سے معافی مانگ اس کی صورت دیکھ کیا کہہ رہی ہے اس کے آنسو آنسو نہیں دکھے ہوئے دل کی فریاد ہے اچھن اس کے کلیجے سے لگ جا اور دیکھ ام بچا کر آج کے دن کو سکھ نہ دیئے تھے، اگر تو نے اپنی التجا سے یہ آنسو خشک نہ کیئے تو لکھ لے تیری دین دنیا تیرا گھر بار تیرے بیوی بچے، تیری عزت و آبرو تیرا مال متاع سب خاک میں ملجائیگا

(۱۰)

امید تو خدا کی ذات سے یہی ہے کہ میں انشاءاللہ امتحان میں پاس ہی ہوں گی۔ انعام بھی لاؤں گی آپ پرچے دیکھ لیجئے سوال بھی کچھ ایسے مشکل نہ تھے۔

باپ۔ اچھا پڑھو، اور ہر سوال کا جواب سناتی جاؤ

اکرم۔ لیجیے یہ عقل کی باتوں والا پرچہ پڑھ لیجیے۔

سوال۔ عقل کی چار باتیں لکھو، جو الگ الگ صفحہ کی ہو۔

دیکھئیے۔ میں نے اس کے یہ جواب لکھے ہیں۔

۱۔ خداوند کے حضور میں حاضر ہونے کے لیے ظاہری صفائی سے کچھ نہیں ہوتا جبتک دل صاف نہ ہو۔

۲۔ بہت سے جادوگر دنیا میں ایسے پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے شعبدوں سے لوگوں کو دھوکے میں ڈالا اور بعض نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

۳۔ جن لوگوں نے تلوار کے زور سے یا لوٹ مار کے ہر دوسرے پر اپنے دعوے منوائے اُن کا مذہب پائیدار نہیں۔

۴۔ مرنے کے بعد اے خداوند تیرے باغوں میں وہ آرام کریں گے جنھوں نے دنیا میں تیری پرستش کی۔

باپ۔ بہت ٹھیک چاروں باتیں تم نے خوب لکھیں، یہ تمہاری کتاب میں موجود ہیں اور تم اس میں اول نمبر پاس ہو گی اب دوسرا پرچہ سناؤ کاہے کا ہے۔

اکرم دوسرا پرچہ اردو کا ہے اس میں دو سوال تھے۔ زہرہ کی بابت تم کیا جانتی ہو پاربتی کیسی عورت تھی۔ پاربتی کے حالات اچھی طرح یاد نہ تھے۔ ہاں زہرہ کے حالات میں نے خوب لکھے ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ مجھے اس کے بیان سے ہمدردی ہے، کہئیے تو کچھ سناؤں

باپ ہاں ضرور۔

اکرم۔ اس کا قصہ تو بڑا ہے، مگر جو کچھ لکھا ہے ہوں اسکا خلاصہ آپ کو سنائے دیتی ہوں سنئیے زہرہ شمالی ہندستان کے ایک مشہور تاجر کی لڑکی نہایت خوبصورت اور سلیقہ شعار تھی جب وہ پانچ سال کی ہوئی تو ماں باپ کو اس کی تعلیم کا فکر ہوا۔ پڑوس میں ایک اندھی استانی رہتی تھیں جسکے ٹوٹے ہوئے گھر میں میلے کچیلے ٹاٹ پر محلہ کی چار پانچ لڑکیاں آ کر پڑھا کرتی تھیں ان میں ایک

لڑکی کو کھجلی کا مرض تھا۔ زہرہ یہاں بٹھا دی گئی جھینہ ہی بھر میں وہ بیمار پڑ گئی۔ اور کھجلی لگ گئی۔ ماباپ نے بہت علاج کیئے۔ مگر کوئی صورت فائدہ کی نظر نہ آئی پینٹ مشن کی استانی مس اہلم سمیج جو دن رات انسانی خدمت میں مصروف رہتی تھیں پھرتی پھراتی یہاں بھی پہنچیں، اور مرض کی تہ کو سمجھکر لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے گئیں ماباپ ان کے احسانات کے بہت ممنون تھے، ڈاکٹرنی صاحبہ جو مشن کی تعلیم یافتہ تھیں باوجود مرض متعدی ہونے کے اپنی تکلیف کی پرواہ نہ کی اور تن دہی سے علاج شروع کر دیا۔ زہرہ تھوڑے روز میں اچھی ہوگئی اب وہ مشن میں بٹھا دی گئی جہاں اس نے نہائت شوق اور محنت سے تعلیم حاصل کی وہ امتحانوں میں ہمیشہ اول پاس ہوئی اور اپنی غربت اور خوش خلقی سے اسنے بڑی مس صاحبہ کے دل کو ایسا فتح کیا کہ وہ ہر وقت اس کو اپنے پاس رکھتیں جب اس کی شادی کا وقت آیا تو مس صاحبہ نے نہائت تزک و احتشام سے اس کو مشن سے رخصت کیا اور وداع کے روز اسکو نہائت قیمتی نصیحتیں کیں افسوس اسکا ہے کہ ایسی خوبصورت تعلیم یافتہ لڑکی جس سے بہت کچھ امیدیں ملک کو تھیں دنیا میں خوش نہ رہ سکی اس کا شوہر چونکہ مسلمان تھا اس نے ایک اور بیوی بھی کی یہ صدمہ زہرہ کے دل پر ایسا بیٹھا کہ وہ زیادہ زندہ نہ رہ سکی او نامراد و ناشاد دنیا سے اُٹھ گئی۔

باپ۔ تمہارا پاس ہونا یقینی ہی اور ضرور تم کو انعام ملے گا، دوسرا پرچہ کس مضمون کا تھا۔

اکرم۔ خوشخطی، وہ ان ہی دو پرچوں کی تحریر سے دیکھی جائے گی۔

باپ۔ بس اب تم بے فکر ہوگئیں۔ کے روز کی چھٹیاں ہوئیں۔

اکرم۔ اسکول ایک ہفتہ کے واسطے بند ہوگیا، مگر آج شام کو مس صاحب سب لڑکیوں کو لیکر آؤٹنگ کو جائیں گی ٹینس آج نہ ہوگا، ہاں کل ایک میچ ہے وہ دیکھنے کے قابل ہوگا خدا کرے ہم لوگ جیتیں۔

(۱۱)

"کل جمعہ کو کرسمس ڈے کی خوشی میں مس پرسویٹیڈیا میرے غریب خانہ پر چاء نوش

فرمائینگی، آپ سے درخواست ہے کہ براہ عنایت ۲½ بجے تشریف لاکر اس پارٹی میں شریک ہوں اور ہماری عزت افزائی فرمائیں" مشرف جہاں بیگم۔

مس صاحبہ کی تشریف آوری اور پارٹی کی خوشی میں دونا بیٹیوں اور تیسرے میر صاحب کو رات بھر نیند نہ آئی، علی الصباح تینوں اٹھ بیٹھے ماں بیٹیاں اندر کے اور میر اچھن باہر کے انتظام میں مصروف ہوئے۔ دو بجے سے پہلے ڈرائنگ روم سج سجا کر طیار ہو گیا رنگ برنگ کے پھول قسم قسم کے گملے طرح طرح کی بیلیں کمرہ کی رونق بڑھا رہی تھیں دروازہ پر ویلکم سرخ قندیز خوبصورتی سے لگایا گیا۔ اور تین بجے سے ڈولیاں اترنی شروع ہو گئیں، وقت مقررہ پر مس صاحب تشریف لائیں، اور کھانا پینا شروع ہو گیا۔ دو ہی منٹ گذرے ہونگے کہ ایک بیوی میلا سا برقعہ اوڑھے گھر میں داخل ہوئیں اکرم بھی کوئی ماما سمجھی مگر وہ بدبخت برقعہ اوڑھے ہی اوڑھے کھونسڑا جوتیوں سے سٹر سٹر کرکے آگے آئیں اور اندر پہنچکر زور سے سلام علیک کہکر کرسی گسیٹ اس پر بیٹھ گئیں، کرسی اس طرح واقع ہوئی تھی کہ بیچ میں برقعہ والی سیدھے ہاتھ پر اکرم اور الٹی طرف مس صاحب ان بیوی کو دیکھ کر جلسہ کی خوشی اور مس صاحب کی فرحت سب بھول بھلا اکرم زمین میں گڑ گئی دو چار لمحہ بھی نہ گذرے ہونگے کہ کہنے لگی، آپکے برقعہ میں سے بو آرہی ہے اس کو اتار دیجئے برقعہ والی۔ تمہارے اس گردن کے پٹے میں سے بساند آرہی ہے اس کو نہیں اتار کر پھینکہ دیتیں۔

اکرم۔ آپ ادہر آکر اس کرسی پر بیٹھ جائیے مس صاحب کے پاس سے ہٹ آئیے۔

برقعہ والی۔ ان ہی کو کیوں نہ ہٹادو۔

اکرم۔ ممکن ہے کہ مس صاحب کو آپ کا بیٹھنا ناگوار ہو۔

برقعہ والی۔ اور مجھے ہی کیا ان کا بیٹھنا پسند ہے۔

اکرم۔ آپ اپنی حیثیت پر نظر ڈالیے۔

برقعہ والی تم اپنی صورت پر غور کرو۔
اکرم ۔ آپ کو کس نے بلایا۔
برقعہ والی حضرت جہاں بے غیرت نے ۔
اکرم ۔ آپ کا نام ۔
برقعہ والی ۔ آپ کو اس سے کیا کام ۔
اکرم آپ نے آج کا جلسہ منغض کر دیا ۔
برقعہ والی تم نے گھر بلا کر میری سخت توہین کی ۔
مشرف ۔ بوا فضل النسا تم میرے پاس آجاؤ ۔
فضل النسا ۔ نہیں بوا میں گھر جاتی ہوں میں تو کبھی نکلتی ہی نہیں ، جب سے کارخانہ میں آگ لگی سب جگہ کا آنا جانا ہی چھوڑ دیا ۔ تم کو دیکھے آٹھ نو برس ہو گئے تے تمہارا رقعہ گیا چلی آئی ۔ تقدیر کی بے عزتی ہی آنی بیویوں میں ہو گئی ۔
طیش میں آکر اٹھتی تھیں کہ برقعہ پاؤں میں اٹکا اور دھڑام سے مس صاحب پر گریں اور اس زور سے ٹکر ہوئی کہ مس صاحب بھی سر پکڑ کر بیٹھ گئیں ۔
اکرم ۔ دیکھئے مس صاحب کے کیسی چوٹ آئی ۔
فضل ۔ ان کے کیا خاک لگی ، لگی میرے ہو کہ سر جھنجنا گیا ، بجلی سی چمک گئی وہ تو سی کر کے چپ ہو گئیں یہاں موت کا مزہ آگیا ۔
فضل النسا کا گرنا تھا کہ کتا جو مس صاحب کے پاؤں میں لیٹا تھا بھونکتا ہوا اٹھا کتے کا بھونکنا تھا کہ فضل النسا چیخ مار کر پیچھے ہٹی اور اس زور سے میز پر گریں کہ ٹانگیں مس صاحب کے منہ پر اور برتن نیچے ۔

قدرت نے مرد اور عورت دونوں کو برابر پیدا کیا ۔ پیدائش کے وقت جو دو ہاتھ پاؤں

اس لڑکی کا جس حال میں کہا خوب کہا، مگر عاقبت تو اچھی گذر جائیگی۔ خیال نے ارادے کی صورت
اختیار کی اور ارادہ تھوڑی دیر میں مصمم ہو گیا۔ ان دنوں مناسب تھے عید کا مہینہ تھا، سیدہ ہی اٹھ بہن کے
ہاں گئیں اور ساری رام کہانی جا سنائی۔ بہن رشتہ اور عمر ہی میں بڑی نہ تھی عقل اور سمجھ میں رکھ رکھاؤ
میں بات چیت میں ملنے جلنے میں باپ کا نام زندہ اور خاندانی جوہر روشن کر رہی تھی جس دن سے
ماں مری اور جس وقت سے بہن رانڈ ہوئی آج تک سینہ سے لگائے رہی۔ جب موقع ہوا
اور جیسی ضرورت پیش آئی ہر طرح بہن کے ساتھ لگی لپٹی رہی۔ اس وقت جو بہن نے اپنی داستان
مصیبت سنائی اور ہجرت کا خیال ظاہر کیا تو اس کی بیکسی پر دل بھر آیا۔ رونے لگی
اور کہا بہن جو کچھ کہے سچ ہے، اچھی بس قابل ہوتا تو رونا ہی کیا تھا۔ مگر خدا نے اس کی مت
ہی الٹ دی۔ اتنا بھی نہ سوچا کہ ان بہنوں نے ترکہ ورثہ سب پر لعنت بھیجی لاؤ بیٹی زبان
سے بات تو کر لوں۔ اس سے تو اب توقع ہی فضول ہے۔ میں جس طرح کہو حاضر ہوں۔ اماں جان کے
حج کا روپیہ میرے پاس رکھا ہے تم شوق سے لو اور چلی جاؤ۔ مگر ضعیفہ پردیس میں اکیلی رہ کر
کس طرح زندگی گزارو گی لاکھ گھر سے دور ہو گی، مگر پھر بھی ہر سال ہزاروں آدمی شہر سے آتے
جاتے ہیں۔ کیا خبر کوئی کیا کہدے اور باپ دادا کی جس عزت کو کلیجے سے لگائے اب تک بیٹھی ہے
اس پر دھبہ نہ پڑ جائے۔ پرسوں میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی فرما رہے
تھے شہر میں مشنریوں کا بہت زور ہو گیا ہے، خدا نے ان کو بہت روپیہ دیا ہے۔ اپنے کام کر رہے
ہیں۔ گھروں میں عورتیں اور باہر مرد چھوٹے ہوئے ہیں۔ باتوں ہی باتوں میں اپنے مذہب کا رنگ چڑھانا
ان کا مقصد ہے۔ جہاں جیسا موقع دیکھتے ہیں ویسا کام کرتے ہیں۔ غریبوں کو روپیہ کی مار دیں
فقیروں کو روٹیاں کھلائیں۔ بیماروں کی تیمارداری، امیروں کی ناز برداری، غرض کسی طرح
اپنا مطلب پورا کرتے ہیں۔ سینکڑوں کم بخت دنیا کے اسی چکر میں پڑ کر مذہب کو سلام کر بیٹھے ہیں اور
مسلمانوں کی اولاد آج نماز کے وقت شرک اور کفر کے کلمہ پڑھ رہی ہے۔ اس وقت اشد ضرورت
ہے کہ مسلمان پڑھی لکھی بیبیاں سب کاموں کو چھوڑ کر ادھر توجہ کریں، اور دیکھیں کہ دوسرے

ان کے ساتھ کیا کر رہی ہیں۔ اخباروں میں آئے دن یہ قصے دیکھ لو۔ عدالتوں میں ہر روز نت
نئے مقدمے سن لو، مرد اس معاملہ میں بے گناہ ہیں اور عورتیں جو مسلمان ہونے کا دعوی کر رہی
ہیں میدان حشر میں ضرور پکڑی جائیں گی کہ ایسی مصیبت کے وقت اور نازک موقعہ پر انہوں
نے اپنی بہنوں امت محمدیہ کو غیروں کے چنگل سے نہ بچایا۔ تعلیم نسواں کی ضرورت روز بروز مسلم
ہو رہی ہے اور جب تک مدرسوں کے معقول انتظام ہوں پڑھی لکھی بیویوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے
محلہ کی لڑکیوں کو مشنریز سے بچائیں، جو اس ضرورت کو پورا کرنے کی آڑ میں اپنی اصلی
ضرورتیں پوری کر رہی ہیں، یہ خیال یقیناً لغو اور بیجا ہے کہ مسلمان ان مدرسوں کو چھوڑ کر
پھر بھی اپنی لڑکیوں کو وہیں بھیجیں گے۔ کیونکہ مسلمان استانیاں اتنی قابل اور پڑھی لکھی نہیں
ہوتیں جتنی مشن کی اس لیے جو لوگ زیادہ تعلیم کے خواہشمند ہیں وہ ایسے مدرسوں کو معمولی مکتب
سمجھکر اس طرف ملتفت نہ ہونگے۔ مگر تجربہ اب تک یہی بتا رہا ہے کہ جو ایسی خواہش رکھتے ہیں وہ
عقل سے کام نہیں لیتے۔ اسوقت قوم میں جو بہتر سے بہتر پڑھی لکھی ہوئی ہوں، وہ بھی
صرف اتنی ہی نکلیں گی، کہ اخبار اور رسالہ پڑھ لیں اور ٹوٹا پھوٹا خط لکھ لیں۔ اگر ساری قوم
میں دس بیس یا سو پچاس اس سے زیادہ ہوں تو ان کا ذکر فضول ہے، ایسی حالت میں جو
مشن کی تعلیم کا نتیجہ ہے اور بظاہر اس سے زیادہ نتیجہ کے اس وقت لوگ خواہشمند ہی نہیں ہیں کیونکہ
ڈگری یافتہ لڑکیاں نہ عام طور پر موجود ہیں نہ مشن سے میسر آتی ہیں نہ انکی ضرورت ہے، تو پھر
کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان ایسے مدارس کو جہاں انکے پاک مذہب کی بھی انکی ضرورت کے ساتھ
ہی تلقین ہو نظر انداز کر دیں اور اس تعلیم سے اس تعلیم کو افضل سمجھیں جہاں تعلیم تو اتنی ہی
ہو مگر ہاں مذہب کی طرف سے لاپروائی پردہ ہی پردہ میں پیدا کی جائے۔ مسلمان بیویاں جو
پڑھی لکھی ہیں اس کی جوابدہ ہونگی۔ انکو کبھی نہ کبھی خدا کو بھی منہ دکھانا ہے، اور گو اسوقت انکا
یہ کہنا کسر شان ہو کیونکہ وہ ہشیار سمجھدار اور بالغ ہیں لیکن وہ دل میں ضرور بالضرور شفاعت
محمدی کی امیدوار ہیں اور وہ سمجھیں اور سوچیں کہ انکی یہ امید کہاں تک پوری ہونے کے قابل ہے

انہوں نے محمد (روحی فداہ) کی امت کے ساتھ جو کچھ کیا وہ یہ ہے کہ انکی آنکھوں کے سامنے مسلمان لڑکیاں دائرہ اسلام سے نکلیں اور ان کے کانوں پر جوں تک نہ چلی۔

رضیہ بہن میں نے تو جب سے یہ سُنا ہے میرے تو اوسان اُڑے جا رہے ہیں۔ میں خود اسی عذاب میں مبتلا ہوں گی میرے خیال میں تو تم خدا کے اس کام کا بیڑا اُٹھاؤ حج تم پر فرض نہیں نہ جاؤ گی تو عذاب ہوگا، قرآن تم نے پڑھا حدیث کی ایک آدھ کتاب تم نے دیکھی۔ اور شمار بھی تم کو آتی ہے، حساب تھوڑا بہت تم جانتی ہو اگر اس فیض کو تم جاری کر دو تو اس سے بہتر کام اس وقت تمہارے واسطے کوئی نہیں۔ اس محلہ کی ساری لڑکیاں میں تمہارے پاس بھیجوں گی جب تک خدا کوئی سبب پیدا کرے یہی روپیہ جو حج کے لیے رکھا ہے تم اس کام میں صرف کر دو میرا اپنا مکان چھپر سے لگے بڑھ کر خالی پڑا ہے آج ہی ٹھیک کروا دیتی ہوں تم بسم اللہ کر دو

رضیہ اگر آپ کی صلاح یہی ہے تو مجھے اس کے ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے دنیا کی تو مجھے اب کچھ پرواہ ہی نہیں، آخرت کا خیال ہے کہ کسی طرح وہاں کی اچھی گذر جائے، مجھے تو خدا کی خدمت کرنی ہے کعبۃ اللہ میں کی یہاں کی۔ جب حضرت صاحب نے یہاں تک فرما دیا تو میں ہر طرح حاضر ہوں۔

(۱۴)

اکرم بڑی بی میں آپ کی گفتگو کا مطلب بالکل نہ سمجھ سکی ایسے میری صورت میں کیا لال لگے ہوئے ہیں کہ ایک شخص دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہمدردی کیا کر سکتی ہوں۔ اگر وہ بی اے ہیں تو خود معقول آدمی ہوں گے ان کو مجھ سے ایسی توقع نہ رکھنی چاہیئے۔ جو نامعقول ہو۔

بڑھیا۔ مس صاحب وقت کی بات ہے آپ اسی پارک میں ٹہل رہی تھیں اور وہ ادھر سے چلے آتے تھے اُنکے شادی کے پیغام ایک دو نہیں بیسیوں لڑکیوں کی طرف سے خود آ رہے ہیں اور بیوی آئیں کیوں نہیں باپ تحصیلدار ابھی ڈپٹی ہو دو ڈھائی لاکھ کی جائداد روپے کی ریل پیل مگر

اس لڑکے نے کہیں ہاں ہی نہ کی، اماں کو ارمان ہے کہ اپنے سامنے اس کی دلہن بیاہ
لاؤں مگر راضی ہی نہ ہوا، جب سے آپ کو دیکھا ہے اسوقت سے یہ حال ہے کہ دیوانوں
کی طرح چاروں طرف پھر رہے ہیں، میں انکی کھلائی ہوں، سارا خانساماں سب دنگ ہیں
کہ یہ کیا ہوا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا، دن میں تین تین پہیرے ڈاکٹر کے ہو رہے ہیں میاں
نے آج اتنا کہا سُنا تو مجھ سے کہلے۔

اکرم ان کو براہ راست میرے والدین سے اس معاملہ میں گفتگو کرنی چاہیئے، میں
کیا کر سکتی ہوں، میں اس معاملہ میں اپنی مرضی کی مختار نہیں ہوں۔

بڑھیا وہ یہ کہہ رہے تھے (جب میں نے آج اُن سے بہت کہا کہ میاں تین وقت
ہو گئے خدا کے واسطے تم دو ایک نوالے تو کھا لو) کہ اتنا ایک دفعہ وہ چاند سی صورت ....

اکرم نہیں نہیں یہ بہت نامناسب ہے، اس کے علاوہ مس صاحب کبھی اس کو
پسند نہیں کرتیں، گو انہوں نے ایک دفعہ کورٹ شپ کے متعلق کچھ باتیں بتائی
تھیں، مگر نہیں نہیں۔ نامناسب۔

بڑھیا مس صاحب میں تو کچھ عرض نہیں کر سکتی۔ اس وقت ایک جان آپکے قبضہ
میں ہے، آپ چاہے جلائیے یا ماریئے یہ تو میں جانتی ہوں کہ آج کل لڑکوں کا
کال ہے۔ لڑکے ملتے ہی نہیں اور پھر ایسا ہیرا آپ کے والدین تو فوراً راضی ہو جا
مگر اول تو بہت دن لگیں گے، دوسرے وہ انگریزی طریقہ سے کرنا چاہتے ہیں کہ
لڑکا لڑکی اور لڑکی لڑکے کو پسند کرے، آپ جس وقت گھر جانے لگیں صرف لمحہ بھر کے لیے۔

اکرم میں اس کا وعدہ نہیں کر سکتی ذرا مجھے اس معاملہ میں غور کرنیکی مہلت دیجئے۔

بڑھیا۔ آپ لکھ دیں ایک شخص کی موت اور زندگی آپ کے ہاتھ میں ہے اسکو ملاحظہ فرمائیے
"مس اکرم! میں اس میں خوش ہوں کہ میری تقدیر کا فیصلہ اس شخص کے ہاتھ میں ہے
جس کو قدرت نے غیر معمولی حسین ہی نہیں بلکہ زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا، اور جس کے پہلو میں ایک

اکرم آپ مجھ سے پھر کسی وقت ملیئے۔ میں اس وقت کچھ نہیں کر سکتی۔

بڑھیا اگر آپ کسی اکلوتے بچے کی موت روا نہیں رکھتیں تو اتنا رحم کیجئے کہ اپنی تصویر۔۔۔

اکرم تصویر میری موجود ہے اور مجھے اس کے دینے میں عذر نہیں مگر مجھے اس معاملہ پر غور ضرور کرنے دیجئے۔

بڑھیا مس صاحب خدا کے واسطے ایسی پتھر نہ بنئے۔ جب تک آپ غور کریں گی اس وقت تک اس بدنصیب کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تصویر کے دینے میں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اکرم۔ ہاں مضائقہ تو نہیں مگر تم اس قدر اصرار کیوں کرتی ہو۔

بڑھیا بیوی جن وقت سے اس کر دا زمنہ میں نہیں گیا۔ نہ معلوم نام ہی کہاں سے معلوم ہو گیا ہیں ہر وقت مس اکرم کی تسبیح ہے۔ لاسے تصویر لیجاؤنگی تو اسی بہانے سے کچھ کھلا تو دونگی۔

اکرم۔ ان لوگوں کی ذات کیا ہے۔

بڑھیا۔ اصل نسل سید۔

اکرم اچھا چلئے میں آپ کو اپنی تصویر دیتی ہوں۔

بڑھیا الہیٰ بچی دودھوں نہائے اور پوتوں پھلے، جیتی رہی تو دکھاؤنگی، پوجا کرے گا پیجئے مجھ سے ہی یہ تصویر لیجئے۔

اکرم۔ میں اس کا کیا کرونگی۔

(۱۵)

رضیہ کا خاندانی اعزاز ایسا نہ تھا کہ شرفا اپنی بیٹیوں کو اس کے پاس بھیجنے میں تامل کرتے شہر میں یہ خبر مشہور ہوئی تھی کہ لڑکیاں آنی شروع ہو گئیں۔ ابتدائی حالت میں مدرسہ کی ترقی اور شہرت کے واسطے جن باتوں کی ضرورت تھی وہ سب رضیہ کی ذات میں موجود تھیں جو بچیاں کلام مجید پڑھنا چاہتیں وہ ان کو کلام مجید پڑھاتی جو اردو کی شوقین تھیں ان کو اردو

پڑھاتی۔ صبح سے شام تک اسی میں مصروف رہتی، صرف نماز اور کھانے کے واسطے
البتہ کچھ وقت لے لیتی تھی۔ ورنہ رات کے گیارہ بجے تک اسی دھندے میں لپٹی رہتی رضیہ
کی یہ توجہ دیکھکر بعض متمول مسلمان بھی اس کے کاموں میں شریک ہو گئے۔ اور تعلیم کے
وظیفے مقرر کر دیے۔ مسلمانوں کی حالت عام طور پر جیسی ہے ویسی ہی اس محلہ میں تھی۔ کھاتے
پیتے گھر دو چار ہی تھے ورنہ کوئی مفلس تھا کوئی بیمار کوئی مجبور تھا کوئی لاچار۔ رضیہ
نے غریبوں کے علاوہ ایک یہ بھی خاص اہتمام کیا کہ جس قدر یتیم بچیاں اس کو مل سکتی
تھیں اور جنکی بابت احتمال تھا کہ دوسروں کے قبضہ میں پہنچ جائیں انکو اپنی نگرانی میں
لیا اور مدرسہ سے ملحق ایک یتیم خانہ قائم کر دیا۔ ان بچیوں کے ساتھ رضیہ اس شفقت اور
محبت سے پیش آتی کہ وہ چند ہی روز میں ماں باپوں کو بھول گئیں اور سمجھیں کہ خدا نے
ایک ماں اور ایک باپ لیکر دونوں کی محبت صرف ایک عورت میں امانت رکھدی۔ یہ
ہمارے واسطے فرشتۂ رحمت ہے۔ جس کی وجہ سے ہماری زندگی سنور گئی۔

افسوس اس کا ہے کہ میر اچھن نے ادھر تو بہن کی یہ کارروائی باعث ننگ
سمجھی، ادھر اس کی شہرت بھی کچھ ناگوار ہوئی اور ان سب پر طرہ مس صاحب کی
ترغیب تھی کہ انہوں نے صاف کہدیا کہ جب تک آپ لوگ جنکا شہر میں اثر ہے
مدد نہ دیں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ ان ذلیل مکتبوں کے پنجہ
سے نکال کر لڑکیوں کو مشن میں بھیجیں۔

ریاست امیر پور سے بڑے بہنوئی کی تحریک پر یتیم خانے کو ایک معقول وظیفہ
امید بندھی ہوئی تھی۔ والی ریاست ایک دیندار مخیر شخص تھا، میر صاحب کا نام سن
بہت خوش ہوا، اور حکم دیا کہ ان کے صاحبزادے میر اچھن کو طلب کرو۔ میر اچھن
پہنچے تو بجائے اس کے کہ مدرسے کے واسطے کوئی کلمۂ خیر کہتے بھانجی ماردی اور کہا
مدرسہ کیا ایک چھوٹا سا مکتب ہے محلہ کی دو ایک لڑکیاں گھر کے کام دھندوں سے فارغ ہو

دس گیارہ بجے چلی جاتی ہیں اصل میں میری بہن رضیہ نے دل بہلانے کا ایک
مشغلہ کر رکھا ہے کہ جی نہ گھبرائے مدد کی ضرورت نہیں۔ رئیس کو کیا ضرورت تھی کہ یہ
سنکر زیادہ رگ و دو کرتا۔ خاموش ہو گیا۔ مدرسہ کا خرچ سو روپے سے اوپر تھا۔ آمدنی
ستر روپے کے قریب تھی، جس طرح ہوتا رضیہ اور اس کی بڑی بہن مہینہ پورا کرتیں ان
کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ظالم احسن نے تمام امیدوں کا خاتمہ کر دیا، اور ایمان کی
بات یہ ہے کہ خبر ہوتی بھی تو کیا کر لیتیں، اب تک کیا کر لیا جو آگے کچھ کرتیں، یہ خیال کہ
رضیہ کے مدرسے میں وہی ایک تعلیم آم کے سپارے اور آمدنامہ تک محدود تھی قطعی غلط ہے
اسکا مقصد لڑکیوں کی تعلیم سے خذ ما صفا ودع ما کدر تھا لیکن اس کی بڑی کوشش
یہ تھی کہ لڑکیاں اس طرح تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہوں کہ ان کا سینہ نور اسلام سے روشن
اور زیور اسلام سے جگمگا رہا ہو۔ وہ ایک روز لڑکیوں کو تازہ ہوا کے متعلق سبق دے
رہی تھی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا۔

اس سے انکار کرنا یقیناً غلطی ہے کہ تازہ ہوا صحت جسمانی کے لیے نہایت ضروری ہے
لیکن جیسا کہ تم سن چکی ہو، مسلمان عورت کے واسطے پردہ بھی جزو مذہب ہے لیکن اس
کے یہ معنی ہونگے، کہ مسلمان عورتیں پردہ کی وجہ سے تازہ ہوا سے قطعاً محروم کر دی
گئیں بعض کوتاہ بیں نظریں اس نتیجہ پر پہنچی ہیں، لیکن یہ انکی صریح غلطی ہے سب سے پہلا
خیال اس سلسلہ میں عورت کو صفائی کا ہے اگر اس کا گھر آلائش سے پاک اور گندگی سے
محفوظ صاف ستھرا ہوگا تو ظاہر ہے کہ اس گھر کی ہوا خراب ہونے پائے گی، اور اگر گھر کی ہوا
خراب ہوگی تو خرابی ہوا کا الزام جو ہمارے گھروں پر رکھا جاتا ہے آسانی سے دور ہو جائیگا۔
یہ سب گھر والیوں کے اختیار میں ہے، وہ اگر ہوا کو صاف رکھنا چاہتی ہیں تو مکان کو صاف
ستھرا رکھیں اور گندگی سے اس طرح بچائیں کہ ہوا پر اس کا مطلق اثر نہ ہو۔
دوسرا سوال تازہ ہوا کا ہے جس کی آڑ میں بعض نوجوان نہایت بیباکی سے اسلام

پر حملے کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو قید کر کے تازہ ہوا سے محروم
کر دیا۔ لیکن خدا کی خدائی وسیع ہے تازہ ہوا صرف اسی جگہ کے واسطے محدود نہیں ہے جہاں
مرد ہر وقت چلتے پھرتے اور آتے جاتے رہتے ہوں۔ عورتیں اس مقام پر جہاں مردوں کا
گذر نہ ہو شوق سے آئیں جائیں ان کو ڈر سے روکتا ہے عقل؟ مگر اب ایک سوال یہ پیدا
ہوگا کہ اگر پردہ نہ ہوتا تو مسلمان عورتیں قدرت کی اس نعمت سے محروم ہو کر گھروں میں اس طرح
نہ پڑی رہتیں کہ ان کے اعضاء جسمانی معطل ہو جائیں۔ سب سے پہلے اس سلسلہ میں عورت
کے کام کی تقسیم ملکی ہوگی، اس کے بعد اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کے کاموں پر تازہ
ہوا سے محروم رہنے کا اثر پڑتا ہے تو البتہ معترض کی شکایت درست ہوگی لیکن تجربہ
کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہوتا اس کے بعد اس سوال کا جواب یہ ہوگا کہ کیوں ایک عورت
انسان ہو کر مناظر قدرت کے مطالعے سے محروم ہے اور کیوں تازہ ہوا اس پر حرام کر دی گئی۔
میں ابھی کہہ چکی ہوں کہ جہاں مرد نہ ہوں اور پردہ کی پوری احتیاط ہو وہاں عورت کے
جانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن پھر بھی یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مرد آسانی سے دو
قدم اٹھا کر تازہ ہوا کھا سکتا ہے اور عورت کے واسطے اس قدر تکلیف کیوں ہے
میں اس کے جواب میں یہ نہ کہوں گی کہ موت وقت مقررہ سے پہلے نہیں آتی۔ بلکہ یہ کہوں گی
کہ تازہ ہوا کا اثر انسانی دماغ پر اتنا فوری نہیں ہے کہ اس کے ملنے سے بیمار چاق چوبند
اور نہ ملنے سے تندرست بیمار ہو جائے۔ یہ البتہ محض ہوا کے واسطے ضروری ہے جیسے
مرد اور عورت دونوں کی زندگی کا انحصار ہے چونکہ پردہ اسلام کا فیصلہ تھا اور اسلام دین فطرت
اس لیے اس نے وہ چیز جس پر زندگی منحصر تھی دونوں کے واسطے عام کر دی ہوا اور تازہ ہوا میں صرف
وہی فرق ہے جو گھر اور آراستہ گھر میں، اس گھر میں بھی جہاں میز کرسیاں دری چاندنیاں
قالین غالیچے نہ ہوں آدمی رہتے ہیں اور اس گھر میں بھی جہاں باغ اور پھول تصویریں
اور پنکھے موجود ہوں۔ انسان ہی رہتے ہیں۔ زندگی دونوں کی ہے اس کی زندگی

صرف زندگی ہے، اس کی زندگی خوشگوار زندگی ہے۔ عورت کے واسطے سب سے بڑا جوہر اس کی عصمت ہے اور یہ وہ چیز ہے جس پر ملکوں کے خزانے بادشاہوں کی دولت اور تاجداروں کے تاج قربان ہیں۔ اس کو اگر علانیہ مردوں سے میل جول کا موقع نہ دیا گیا کہ اس کا یہ انمول جوہر محفوظ رہے تو کیا قباحت ہے مسلمان باعصمت کا مردہ بھی غیر مسلم عورت سے بدرجہا بہتر ہے۔

(۱۶)

کیوں اماں جان! آپ ہمارے موجودہ نقائص پر اکثر بحث کرتی رہتی ہیں، ہمیں شک نہیں کہ ابا جان کے خیالات سے آپ کی طبیعت ماشاء اللہ نہایت صاف ہو گئی ہے اور اگر اس طرح ہم سب اپنی خرابیوں اور کمزوریوں کو سمجھنے لگیں تو بہت جلد قوم کی یہ بدتری دور ہو جائے لیکن شادی کے متعلق آپ کا خیال کیا ہے؟ آیا مسلمانوں کا موجودہ رویہ آپ کی رائے میں قابل اطمینان ہے یا قابل ترمیم۔ کل مس صاحب نے ہماری شادیوں کا بڑا مضحکہ اڑایا ان کی رائے میں ایسی شادیاں جنہیں ایک دوسرے سے قطعی اجنبی ہوں کھلی ہوئی خانہ بربادی ہے۔ مشرف جہاں میرے خیال میں اگر دونوں ایک دوسرے کو پہلے سے دیکھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں ورنہ شادیاں تو اندھے کی ٹیہر ہے اسی لیے ہمارے ہاں ناموافقت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ بیچ والے تو زمین آسمان کے قلابے ملا کر کسی طرح راضی کر دیتے ہیں مگر جب نکاح ہو جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس دلہن کو خوبصورت بتایا جاتا تھا، اس کا رنگ سیاہ ہے اور جس لڑکے کو خوبرو کہتے تھے وہ آبنوس کا کندہ ہے۔

اکرم میں ایک مولوی صاحب کی کتاب اس مضمون پر دیکھ رہی تھی، پڑھ کر افسوس ہوا فرماتے ہیں "طرز جدید کی تعلیم نے جہاں مسلمانوں کی تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا وہاں اُن کے طریقہ شادی پر بھی لوگ منہ آتے ہیں، خدا کی شان چوٹی کہے مجھے گپی سے کہاں وہ جنہیں تمام دنیا ہنستی ہے وہ اسلام کے سیدھے سادے مناسب و ضروری طریقہ نکاح کا تمسخر اڑائیں۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں نے اپنی غلطیوں سے جو خرابیاں اس میں پیدا کر لی ہیں، وہ ضرور

اعتراض ہی [illegible] ذمہ دار نہیں، کہا جاتا ہی کہ مسلمان زبردستی دو ناواقف
آدمیوں کو [illegible] حقیقتوں سے بیخبر، ضرورتوں سے لاعلم، نکاح کی زنجیروں
میں جکڑ دیتے ہیں۔ لیکن یہ کہنا بہت ہی مضحکہ انگیز ہی، ظاہر ہی کہ اگر دو نوعمر آدمیوں
کو جو مرد اور عورت کی صورت میں ہیں موقعہ دیدیا جائے کہ وہ تنہائی میں اپنے معاملہ کو
خود ہی طے کرلیں تو ان کے جذبات کا دبنا کس قدر مشکل ہوگا خصوصاً یہ خیال کہ یہ تو
میری بیوی بنے ہی گی اور یہ یقین کہ یہ تو میرا شوہر ہوئے ہی گا، ان کے جذبات کو کتنی ترقی
دیگا۔ بدقسمتی سے مسلمان عورت کی عصمت کو دنیا کی ہر چیز سے قیمتی سمجھتے ہیں اور اچھی طرح
مانتے ہیں کہ ایک معصوم کواری لڑکی کا ایک ارمان بھرے دل اور جذبات والے نوجوان کے
مکر سے بچنا بہت مشکل ہی، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک بھولی بھالی لڑکی اپنے مستقبل کا
فیصلہ ہرگز ہرگز ہم سے بہتر نہیں کرسکتی وہ کیا سمجھ سکتی ہی کہ جو کچھ کہا جارہا ہی کہاں تک درست
ہے۔ ایسی حالت میں انہوں نے یہ تمام بار اپنے ذمہ لیا اور حق شرع کو ہرگز ہرگز غصب
نہیں کیا۔ بلکہ کوئی نکاح جب تک دونوں میاں بیوی رضامندی کا اظہار نہ کریں ہو نہیں سکتا۔
اس صورت سے علحدہ ہوکر اپنے رضامندی کے نکاح کا بار بھی مسلمانوں پر رکھا جاتا ہے
ممکن ہی کہ صحیح ہو اور ہم اس کو صحیح مان لیتے ہیں لیکن کسی شخص نے اگر اپنی لڑکی کی
مرضی کے خلاف اس کا نکاح اپنے بھتیجے سے کردیا تو عام مسلمانوں یا اسلام کا اس سے
واسطہ کیا، وہ اگر چوری کرے۔ ڈاکہ ڈالے تو یہ سب اس کے ذاتی فعل ہیں اسلام
یا مسلمان اس کے افعال کے ذمہ دار نہیں"۔

اکرم بولی، ابا جان سنا ان مولویوں نے سب سے زیادہ غضب ڈھایا ہی۔ اس تحریر
میں کوئی بات بھی آپنے معقول دیکھی، کس بُری طرح تو دونو کو پہنا دیں اور پھر بیہودہ
جھوٹی سچی باتیں بنائیں۔

ارے بیٹی ان مولویوں سے خدا بچائے انہوں نے ہی تو ہماری مٹی پلید کی کہ ہمکو کسی کرم کا نہ رکھا۔

اکرم کبھی آپنے شادی کے معاملہ میں بانجان کے خیالات بھی معلوم کیے کہ وہ کیا فرماتی ہیں
ماں کئی دفعہ ذکر آچکا ہے۔ ان کی بھی یہی رائے ہے کہ میاں بیوی خود ہی ایک دوسرے
کو پسند کریں۔

(۱۷)

پیاری بچیوں میں آج جو کچھ تم سے کہنا چاہتی ہوں وہ موجودہ ترقی کے متعلق ہے
عام طور پر کہا جاتا ہے کہ زمانہ بہت کچھ ترقی کر گیا، اور زمانہ کے ساتھ لوگ بھی ترقی کر رہے
ہیں، جہالت رفتہ رفتہ دور ہو رہی ہے۔ علم کی روشنی نے سب کو جگمگا دیا، اور وہ توہمات
جو بعض اوقات شرک کی حدود میں داخل ہو جاتے تھے۔ اب بہت کچھ کم ہو گئے ہیں۔ پرانی
عورتوں اور اگلی بیویوں کی گھٹی میں جو خیالات پڑ چکے تھے وہ صریح نقصان رساں تھے
چونکہ وہ زیور علم سے آراستہ نہ تھیں اس لیے زندگی کے کسی شعبہ میں ان کو پوری کامیابی
حاصل نہ ہو سکتی تھی، تربیت اولاد ناقص ہوتی تھی، گھر میلے کچیلے رہتے تھے۔ لباس ٹھیک ہوتا تھا
معاملہ کو اچھی طرح نہ سمجھ سکتی تھیں، اور ان تمام باتوں کا کھلا ہوا نتیجہ یہ ہوتا تھا۔ کہ میاں
بیوی کی زندگی جیسی خوشگوار ہونی چاہیئے ویسی نہ ہوتی تھی۔ ان کی دنیا صرف گھر کی چاردیواری
تک محدود ہوتی تھی، گردوپیش سے بیخبر دوسروں کے خیالات سے ناآشنا ان کو نہ تنزل
قوم سے تعلق ہوتا تھا نہ ترقی سے واسطہ ان کا یقین صرف یہ ہوتا تھا کہ کونوں میں بیکار کی سڑی
پڑی رہ کر بچی سے جوان اور جوان سے بڑھیا ہو قبر میں پہنچ جائیں۔ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ
شکر ہے۔ کہ اب ہماری حالتوں میں آسمان زمین کا فرق ہو گیا، وہ جہالت جس کے کرشموں
نے مدتوں ہمکو پابہ زنجیر کیا۔ ہم سے دور ہو چکی ہے۔ ہم علم حاصل کر رہے نئی تہذیب
جلسے گھروں میں داخل ہو چکی ہے۔ تحریک جدید نے ہمارے نقائص رفع کر دیے ہیں اخباروں
اور رسالوں کے ذریعہ سے ہم اپنی تمام قوم کی حالت سے آگاہ ہو رہی ہیں۔ ہم کو معلوم
ہو جاتا ہے کہ کہاں اور کس جگہ رہ رہیکا صرف ہماری مصیبت نہ وہ قوم کو فائدہ پہنچا سکتا ہے ہم خیرات

اور زکوٰۃ کے محل و مواقع کو سمجھنے لگے ہیں، ہمارے گھران پرانے اور ذلیل گھروں کے مقابلہ میں بہت کچھ سنور گئے ہیں۔ ہماری طبیعتیں ان لغو توہمات سے پاک و صاف ہیں، ہمارا لباس مناسب اور آرام دہ ہو گیا ہے، ہم بچوں کی تربیت کے ڈھنگ سیکھ گئے ہیں اور یہ گر کہ بچے جو کچھ سیکھتے ہیں وہ ماں کی گود سے سیکھتے ہیں اور جس سے وہ بیچاریاں بالکل ہی بیخبر تھیں۔ ہمکو اچھی طرح معلوم ہو گیا۔ موجودہ تہذیب و تمدن نے ہماری زندگیاں خوشگوار بنا دیں۔ ہم سمجھ گئے کہ عورت کی زندگی کا اصلی مقصد کیا ہے، ہم کو پتہ لگ گیا ہے کہ کس طرح ہماری زندگیاں وہ باتیں حاصل کر سکتی ہیں جو زندگی کو وبال جان ہونے کی بجائے دلچسپ اور آرام دہ بنا دیں۔

بچیو ! تم نے ہر طرف سے یہ ہی صدا سنی ہو گی جس کا خلاصہ میں نے بیان کیا تم نے شادیوں میں اپنی ہم عمر لڑکیوں سے جلسوں میں پڑھی لکھی بیویوں سے اخباروں میں نامہ نگار بہنوں کی قلموں سے بارہا اس قسم کی باتیں دیکھی اور سنی ہوں گی اور اگر کچھ تعلیم یافتہ لڑکیاں زبان سے ایسی باتیں نہ بھی کریں تو خود انکی حرکات و سکنات ان کا طریقہ بود و باش ان کا رہنا سہنا غرض انکی زندگی کسی نہ کسی طرح ان خیالات کی تائید کریگی وہ اپنی موجودہ تہذیب پر نازاں اور اس تمدن پر خوش ہیں کہیں پردہ خارج ترقی ہے کہیں پرانے لکیر کے فقیر ہیں کہیں مرنے والیاں جاہل اور پھوہڑ اور کہیں انکا بیویاں بیوقوف اور بے علم۔

مگر میری عزیز بچیو ! اور پیاری بہنو ! اور بیٹیو ! یہ دعوے جھوٹے یہ خیال غلط، یہ یقین لغو اور یہ نعرے قطعاً فضول ہیں۔ میں آج اس بھرے مجمع میں علی الا کہتی ہوں کہ مرنے والیاں خدا ان کو غریق رحمت کرے اسلام کا سچا نمونہ تھیں و عورت کی بہترین تصویر ہوتی تھیں۔ وہ بیٹیاں بنکر لونڈیاں ہوئیں بنکر کنیزیں بیوی بنکر فرمانبردار اور گھروالی بنکر ایسی سلیقہ شعار ہوتی تھیں کہ انکی حیات پر ہماری تہذیب اور ہماری ترقی سو دفعہ قربان ہزار دفعہ قربان لاکھ دفعہ قربان۔

موجودہ ترقی اگر وہ ترقی کہی یا سمجھی جاتی ہے تو کھلا ہوا تنزل ہے۔ مذہب جوہر
اصلی تھا جس نے ہم جانوروں کو انسان بنایا، جس کی بدولت ہم نے دنیا میں راج
کیئے جس کے طفیل ایک جہان میں ہمارا ڈنکا بجا آج ہم سے رخصت ہوچکا۔ تم میں سے
جس کا جی چاہے اپنے گھر پر نظر ڈال لے اور دیکھ لے نماز کی پابند کتنی بیویاں ہیں۔ خود تمہاری
حالتیں اس ترقی اور تنزل کا جواب دیں گی، رمضان المبارک کے مہینے میں اپنی مسلمان
بہنوں کے چہرے نہ دیکھے ہوں تو اب اس غرض سے دیکھنا کہ ترقی کرنے والی بہنوں نے مذہب
کو کہاں تک اپنے دلوں میں جگہ دی یہ کڑکڑاتی سردیاں جو آج پڑتی ہیں وہ ترقی یافتہ
بہنوں کو گرم گرم بچھونوں سے نماز فجر کے واسطے نہیں اٹھنے دیتیں نہ نہیں ہیں پہلے
بھی پڑھتی تھیں اور یہ چودہ ساڑھے چودہ گھنٹے کا پہاڑ سا دن، لو کے جھکڑ اور گرمی
کی گھڑیاں جو تعلیم یافتہ بیویوں کو روزے نہیں رکھنے دیتیں انوکھی نہیں ہیں۔ دنیا ان سردی
گرمیوں کو دیکھتی آئی ہے اور دیکھتی رہیگی۔ میں نے وہ بیویاں دیکھی ہیں، دور کیوں جاؤں خود اپنا
گھر دیکھا ہے۔ میری ماں میری نانی میری خالائیں پھوپیاں دادی پچاس آدمیوں کا کنبہ تھا وہ
سب اس وقت دنیا سے اٹھ چکیں مگر انکی صورتیں میری آنکھ کے سامنے ہیں۔ جاڑوں میں
جب پہرے ملا جی صبح کی اذان دیتے تھے تو سارا گھر کلمہ پڑھتا ہوا اٹھ بیٹھتا تھا۔ بارہ سال
کے بچے کی مجال نہ تھی کہ جی چرا جائے۔ نماز کے بعد ہمارا فرض تھا کہ ہم ایک ایک پارہ کلام مجید کا
پڑھ کر دنیا کے کاموں میں مصروف ہوں رمضان المبارک کا چاند جیسا اب آتا ہے پہلے بھی آتا تھا۔
مگر آٹھ آٹھ دس دس دن پہلے اس کی تیاریاں ہوتی تھیں، گھر میں پان بھر دیے جاتے تھے
افطار کے واسطے جس وقت سامان ہوتا تھا تو وہ لطف آتا تھا کہ اب میسر نہیں، چار بجے
سے چولھے سلگتے، کڑاہیاں چڑھتیں، پکوان پکتے، پہلی سینی مسجد میں جاتی اور پھر ہم سب روزہ
کھولتے زمانہ کی ترقی نے اپنے ساتھ اپنے لطفوں اور برکتوں کا خاتمہ کر دیا، اب نہ وہ سحری کے
انتظام میں نہ افطار کی خوشیاں میاں اچھن پر لا کھ تہذیب جدید کا اثر پڑ گیا انہوں نے کینچلی بدل لی

مگر یہ اسی وقت کا صدقہ ہے کہ آج بھی اسوقت کا کچھ نہ کچھ اثر باقی ہے ہمارے گھر میں دن کا چولہا سلگنا
حرام تھا۔ دودھ پیتے بچوں تک کے لیے رات ہی سے انتظام ہو جاتا تھا چھوٹے بچے وہی رات کا
باسی اور بچا بچایا کھائیں مگر دن کو آگ روشن نہ ہوگی۔ افطار کے وقت جو خوشیاں ہم کو
نصیب ہوئی ہیں اور خدائے برحق نے جو جو نعمتیں اسوقت عطا کی ہیں اس ترقی کی حالت میں
وہ سماں اب خواب میں بھی نظر نہیں آتا۔ اب سال میں ایک عید آتی ہے مگر اس وقت ہر روز عید
اور ہر رات شبرات تھی۔ گھر گھر سب کے الگ الگ آمدنی و خرچ جدا مگر دسترخوان سب کا
ایک جس وقت ہم کھانے سے فارغ ہو کر خدا کا شکر ادا کرتے تھے تو ہمارے دل حقیقی مسرتوں سے
لبریز ہو جاتے تھے۔ جو کچھ خدا ہمکو اپنی عنایت سے دیتا تھا ناممکن تھا کہ اس میں ایک حصہ
خدا کا نہ نکلے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک موقعہ پر جب اماں جان مسجد میں کھیر بھیج رہی تھیں تو خالو جان
نے فرمایا کہ آیا آج تو لنگڑی امراؤ جان کے ہاں یہ حصہ بھیجدو ملا جی کو پھر بھیجدینا۔ اماں جان
ہنسیں اور کہا بھائی جس مسجد کی اذان کان میں آتی ہے اس کا حق مقدم ہے۔ امراؤ کے ہاں اور
حصہ بھیجدیتی ہوں مگر ملا کا حق کیوں دوں" میری پیاری بچیوں یاد رکھو اور یاد نہیں لکھ لو اور
لکھ رکھو کہ مذہب سے علیحدہ ہو کر کسی وقت اور کسی حال میں ترقی ممکن نہیں۔

یہ تو میں نے تمکو ایک چھوٹی سی بات نماز اور روزے کے متعلق بتائی۔ اب تم اور باتوں
پر بھی نظر ڈالو تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اس زندگی میں کیا تھا اور اس زندگی میں کیا؟
میں اب بھی مسلمانوں کے گھر دیکھتی ہوں اور آج سے تیس چالیس برس پہلے کے گھر بھی
میں نے دیکھے ہیں، میری عمر اس وقت پچاس کے قریب ہے۔ وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ
اور "ان نینن کا یہی پرکھ ہے" میں نے وہ رنگ بھی دیکھے اور یہ ڈھنگ بھی دیکھ رہی ہوں، میری
رائے میں وہ گھر جنکو آج جہالت کا گھر کہا جاتا ہے نمونہ جنت تھے، اور یہ گھر جو رنگا رنگ
کے فرش فروش میز کرسیوں سے آراستہ پیراستہ ہیں۔ ان میں سرآن بان کا کوسوں
بھی پتہ نہیں، پڑھی لکھی لڑکیاں جو تعلیم یافتہ کہلائی جاتی ہیں اور جو اپنے تئیں پڑھا لکھا

سمجھتی ہیں۔ بارہ مہینے کی بیمار تیس دن کی روگی ہیں نے تو جس کو دیکھا کھٹیا ہی کٹتی دیکھی
تنخواہ آتے دیر نہیں ہوئی کہ ڈاکٹر کا بل آ موجود ہوا۔ مگر اللہ کی بندیاں وہ بھی تو انسان ہی تھیں
تھیں۔ یہ نہیں کہ وہ بیمار ہوتی ہی نہ تھیں ہوتی تھیں مگر بہت کم اول تو وہ ایسی ویسی بیماری
کو خاطر ہی میں نہ لاتی تھیں معمولی بخار جو آج کل ڈاکٹروں کو کھینچ بلاتا ہے اُن کے
فرائض میں حارج نہ ہوتا تھا۔ میں نے خود ایک دو دفعہ نہیں بارہا خالہ جان کو دیکھا ہے
کہ بخار چڑھا ہوا ہے اور روٹی پکا رہی ہیں۔ بیماری کا یہ فرق کہ اب عورتیں آئے دن بیمار
رہتی ہیں اور جب کم ہوتی تھیں، کیوں ہے اس لیے کہ اب پلنگ سے اٹھنا گناہ اور چھلے
تک جانا حرام، دن بھر اور رات بھر کمرے میں بیٹھی آرام کرسی پر پڑی اینڈ رہی ہیں
بہت بڑا کمال کیا کسی جلسہ یا پارٹی میں گاڑی میں بیٹھ چلی گئیں اور چلی آئیں۔ ان
نیک بختوں کے دن کے بارہ گھنٹوں میں چھ سات گھنٹے محنت میں گزرتے تھے مفلسی نہیں
غربت نہیں خدا کا دیا سب کچھ ہوتا تھا، مامائیں ایک چھوڑ دو دو ہوتی تھیں مگر وہ ماماؤں کے
ساتھ ہر وقت لپٹی رہتی تھیں۔ ماما نے آکر آٹا گوندھا، آپ روٹی ڈال لی وہ گوشت لائی آپ
بگھار لیا۔ یہ کام جو وہ کرتی تھیں، انکی خاصی کسرت ہو جاتی تھی جس سے صحت بگڑتی نہ تھی
میں خود اپنی حالت دیکھتی ہوں کہ کوارپنے میں تیلی کی طرح پھرتی تھی اتنی بڑی انگنائی کہ دس
چار پائیاں بچھ جائیں تو معلوم نہ ہوں دالان سے انگنائی تک اور انگنائی سے باورچی خانے تک خدا
جھوٹ نہ بلوائے تو سینکڑوں ہی پھیرے ہوتے ہونگے مگر کبھی انگلی بھی نہ دکھی آج یوں ہر طرح
تندرست و توانا ہوں کمزور نہیں بیمار نہیں، مگر دو قدم چلتی ہوں تو سانس پھول جاتا ہے
وجہ کیا ہے کہ کام کی عادت نہ رہی ہاتھ پاؤں جب تک کام کرتے رہے چاق و چوبند رہے
بیٹھے بیٹھے چلنا پھرنا اور کام کرنا چھوڑا سب اعضا کمزور ہو گئے تو بیویوں پہلی عنایت جو تہذیب بیگم
اور تمدن بیگم کی بدولت مسلمان شوہروں پر موجودہ بیویوں نے کی وہ یہ تھی کہ گاڑھے پسینہ کی کمائی میں
ایک بار ڈاکٹر صاحب کی لگی۔ نام لینا مناسب نہیں سمجھتی مگر ہفتہ بھر کا ذکر ہے کہ میں ایک ایسے ہی گھر

میں ایک وز کے واسطے گئی خیال یہ تھا کہ رات کو چلی آؤنگی مگر زیادہ اصرار سے ٹھہر گئی، اتفاق
کی بات ہی کہ ماما صبح کو دیر کرکے آئی۔ بیوی بھی تھیں اور ماشاء اللہ تین برابر کی بیٹیاں بھی یہ تو
کہتی رہیں کہ اے ہے اب تک جھاڑو نہیں لی، گھر کیسا بُرا ہو رہا ہی۔ مگر ایک نیک بخت سے
اتنا نہ ہوسکا کہ جھاڑو کے دو ہیچے مار دیتی، کتاب پڑھتی رہیں اخبار دیکھتی رہیں مضمون لکھتی
رہیں، مگر جھاڑو ماما نے ہی آکر دس بجے کے بعد دی۔ ہمارے ہاں دو دو مائیں موجود تھیں
مگر اللہ بخشے اماجان کو ابا جان صبح کی نماز پڑھ کر آنے نہ پاتے تھے کہ گھر چندن کرکے رکھدیتی
تھیں۔ اندھیرے منہ جھاڑو دیتی تھیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی، مائیں بھی تھیں
بہوئیں بھی اور بیٹیاں بھی مگر آٹھویں دن خود کھڑے ہوکر بھنگن سے پاخانہ دُھلواتی تھیں یہ وجہ
کا کھانا کھا کر میں اُنکے ہاں سے آئی تھی، جب میں ہاتھ دھونے اٹھی اور ماما پانی لائی تو
ٹھنڈا برف جب خود ان بیوی نے ہاتھ دھوئے تو خفا ہونے لگیں کہ پانی گرم کیوں نہیں
کیا، میں منہ سے کچھ نہ بولی مگر دل میں ضرور میں نے کہا کہ اگر گھر والیاں نماز کی پابند ہوتیں
تو یہ دقت نہ ہوتی۔ ہمارے ہاں ہر وقت پانی کی گھڑیا وضو کے واسطے اولے پر رکھی رہتی تھی
جس نے پانی لیا اسی نے بھر دیا تاکہ وضو کے واسطے پانی گرم موجود رہے۔

خدا کی شان ہی یہ بیویاں جنکو خدا سے واسطہ نہ مذہب سے غرض اگلی بیویوں پر
منہ آئیں اور یہ نہ سوچیں کہ جو کچھ تھوڑا بہت بھرم ان کا موجود ہے یہ اُن ہی مرنے والیوں
کی بدولت ورنہ یہ تو بیٹیوں کی آن کا خاتمہ کرہی چکی ہیں، ہنسی تو کیا خاک آتی ہی رونے کا
وقت ہی کہ جن کے یہ گن ہوں وہ تو قوم کے ہمدرد بنیں اور فلاح قوم کی تجویزیں سوچیں
اور جو قابل فخر مایہ ناز زندگی بسر کر گئیں وہ بے خبر اور مطلب خوری سمجھی جائیں۔ ہمارے
مذہب مقدس نے خیرات کے واسطے جو حکم دیا ہی کہ جس قدر پوشیدہ دوگے اسی قدر
ثواب کے مستحق ہوگے، بیچاریوں کا عمل اسی پر تھا مگر تعلیم یافتہ اس حکم سے بہت پرے ہیں ان کو
اگر کچھ دینے کی ضرورت ہوتی بھی ہی تو ایسے موقعوں پر جہاں کافی شہرت اور پورا نام ہو

فہرستوں میں شائع ہو، جلسوں میں پکارا جائے، مجمع میں اعلان ہو، چوتھا روز ہی انجمن
ترقی نسواں کا جلسہ ہوا تھا، اس ہڑادھڑی سے بیویوں نے چندے لکھوائے ہیں کہ میں
حیران رہ گئی۔ نقد تو صرف دو تین ہی نے دیا، باقی خدا معلوم دیں یا نہ دیں اور دیں تو کب
دیں۔ مگر جس وقت اُن کے نام پکارے گئے ہیں تو چہرے خوشی کے مارے کھل رہے تھے۔ یہ ہے
وہ سچی خیرات جس پر تعلیم یافتہ گروہ پھولا نہیں سماتا اور سمجھتا ہے کہ ان چندوں کی شرکت سے
خدائی خزانے جنت کے باغ اور مغفرت کی تحریریں حاصل کر لیں یہ ہے ہماری پڑھی لکھی
بیویوں کی خیرات اور تعلیم یافتہ گروہ کی زکوٰۃ و صدقات۔ میں ابھی حال کا ایک واقعہ
سناتی ہوں، جس سے تم کو معلوم ہوگا کہ ان اللہ والیوں کی خیرات کیا معنی رکھتی ہے اور زکوٰۃ سے کیا مطلب ہے

شہر میں نئی نویلیوں کا جو جھرمٹ ہے اس کی سرتاج ہماری اکرامی بیگم صاحبہ ہیں۔ ہیں
تو ماشاء اللہ ادھیڑ۔ مگر سینگ کٹا کر بچھڑوں میں مل گئی ہیں۔ ان ہی کے گھر پر جلسے وغیرہ
ہوتے رہتے ہیں۔ انجمن کی بانی وہ ہیں، ترقی نسواں کا سرچشمہ وہ، تعلیم یافتہ گروہ کی منڈہ
وہ، اخباروں میں نام اُن کے، اشتہاروں میں کام اُن کے، وہ قوم کی محبت میں ایسی مستغرق
ہوئی ہیں کہ کوئی سانس نعرہ قوم سے خالی نہیں جاتا، جس طرح حافظ کو کلام الٰہی حفظ ہوتا ہے اس
بیچاری کو قوم حفظ ہو گئی ہے کہ شب و روز قوم کے سوا انکی زبان سے کوئی لفظ نکلتا ہی نہیں

صبح کی نماز سے فارغ ہو کر میں کلام اللہ پڑھ رہی تھی اور یہ وہ وقت تھا کہ ہلکی ہلکی پھوار
پڑ رہی تھی، سردی کے مارے دانت بج رہے تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد بادل
گرج جاتا تھا اور بجلی بھی چمکتی تھی، دفعتہً ایک بڑھیا بہ شکل تمام میرے گھر میں داخل ہوئی
اس کے جسم پر ایک معمولی نزدہ پھٹا پھٹایا کرتہ، پاجامہ تھا۔ سر پر وہ چادر تھی۔ جس میں لوٹ
باندھنے کی جگہ نہیں، یہ بیمار تھی اور صرف بیمار ہی نہیں اس کی سیدھی ٹانگ میں زخم تھا۔
چلنا قیامت اور بات کرنا مصیبت میں اس کی صورت دیکھ کر دروازہ میں گئی۔ خدا دشمن
کو وہ حالت نہ دکھائے، سردی کی وجہ سے وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میں قریب گئی اور

اور اس کی کیفیت پوچھی تو وہ جواب دے سکی، میں اس کو لے کر اندر آئی، کمبل اُڑھایا
چارپائی، جب اس کے حواس درست ہوئے تو گو اس کو بخار بہت تیز تھا، مگر اس نے کہا میں
یہ سنکر کہ یتیم خانہ ہے چلی آئی، میں بڑھیا ہوں، مگر مجھ سے زیادہ کوئی یتیم بھی قابل رحم
نہ ہوگا، متواتر فاقوں اور پے در پے مصیبتوں نے میری کمر ہمت توڑ دی۔ میں
صرف اس قدر چاہتی ہوں کہ دونو وقت میرے پیٹ میں ٹکڑا پڑ جائے اور میں جب تک
بیمار اور محنت کے قابل ہوں فاقوں کی تکلیف سے بچ جاؤں۔ میں نے جو کچھ میرے پاس
موجود تھا اس بیمار دکھیاری کو کھلایا اور شام کو ڈولی منگوا کر ان حافظ قوم بیوی کی خدمت
میں بھیج دیا، جس وقت بڑھیا پہنچی ہے تو انہوں نے ایک ٹھٹھا مارا اور کہا میں اگلے زمانے
کی بیوقوف نہیں ہوں کہ تم کو مفت کی روٹیاں دیدوں، تم لوگوں نے اپنا وطیرہ بھیک
اختیار کر لیا ہے، جس کی وجہ سے ہمکو ماما میسر آنا حد سے زیادہ مشکل ہو گیا، میں تم کو اس
شرط پر اپنے ہاں رکھ سکتی ہوں کہ تم میری ملازمت قبول کرو، ورنہ خیرات میں ہرگز ہرگز
میں تم کو مستحق نہیں سمجھتی، قوم مر رہی ہے، مسلمان برباد ہو رہے ہیں، ایک تمہاری ذاتی
ضرورت سے بہت زیادہ قوم سلوک کی مستحق ہے۔ میں تمکو ایک پیسہ بھی دینا فضول ہے
کیونکہ یہ پیسہ تم سے بہت بہتر موقع پر صرف ہو سکتا ہے۔

جس وقت اس بدنصیب عورت نے یہ واقعہ مجھکو آکر سنایا ہے تو میں لرز گئی، میری
آنکھیں وہ سماں بھی دیکھ چکی ہیں جو آج کہیں نظر نہیں آتا۔ میں مشکل سے نو برس کی
ہونگی ایک دن کا ذکر ہے۔ منجھلی چچی جان کے پاس بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ اتفاق سے
گھر کی سقنی آئی اور اس نے برقع اتار کر رکھدیا اور سیدھی آکر ہمارے پاس بیٹھ گئی۔
رنج کی گھٹا اس کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی اور فکر کا مینہ اس کی صورت پر برس رہا تھا
کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد چچی جان فرمانے لگیں۔

بوا نصیبن ایسی چپکی چپکی کیوں بیٹھی ہو، خیر تو ہے۔

نصیبا: بیگم کیا بتاؤں پڑتی پر پڑ رہی۔ آدمی کیا ہوئی پتھر ہو گئی، کہاں تک سہوں اور کب تک اُٹھاؤں بنئے سے کریما کے موقع پر بیس کے چوبیس دینے کہے تھے اس طرح تو اس کا پوت پورا کیا۔ بنئے مرے نے گھر کی مٹی لے ڈالی، ادھر چاند ہوا اور ادھر اس کا تقاضا موجود۔ ڈھائی برس تک تو بیاز لیتا رہا دو کم ڈیڑھ بیسی یوں لیے اور پھر اصل مانگی کہ نالش کرتا ہوں۔ ہاتھ گلا دیکر اس کم بخت سے پیچھا چھٹایا۔ گیارہ روپے کم تھے وہ میں نے کہا لاؤ۔ داروغہ جی سے لیلوں لڑکا تو ان کے ہاں کام کرتا ہی ہے تنخواہ میں کٹوا دونگی روپے تو انہوں نے دیدیئے۔ مجھے بھی خیال نہیں رہا اور اُنہوں نے بھی کبھی نہ مانگے، اب انکی بدلی ہو گئی آج جا رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم امیر کو ساتھ لیجائیں گے یا تو ہمارے گیارہ روپے دیدے نہیں تو جب روپیہ بھیجدے گی بچہ کو بلا لیجو۔ بھلا بیوی دیکھو تو سہی نو برس کا بچہ میں کالے کوسوں کس دل سے بھیجدوں۔ اب تو کوئی چیز بھی ایسی نہیں، جس پر روپیہ لوں اُن کے دنوں کی دو شکیں پڑی ہوئی تھیں، لیگر گئی تھی، سوا دو روپے ملتے ہیں، اور داروغہ جی نے یہ غضب کر رکھا ہے کہ بچہ کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتے۔ مجھے بھی نکالدیا ہے کہ ہمارا منہ نہ کہا، روپیہ دیتی ہے تو دیدے اور بچہ لے جا نہیں تو نکل جا۔

میں چچی جان کی عادت سے اچھی طرح واقف تھی وہ اپنے دم پر تو کبھی ایک پیسہ بھی نہیں اُٹھاتی تھیں ہاں مسجد میں مدرسوں میں یتیم خانوں میں غریبوں میں دیتی تھیں اور جی کھول کر دیتی تھیں۔ خود تو وہی چھ برس کا لحاف، بہت بڑا احسان کیا اور ایسا ہی سب ہوئے تو استر ہی ابرا ہی کہنے سننے سے پانچویں چھٹے برس اس کی روئی بدلوا لی مگر ہر سال سو سوا سو اللہ کے نام کے ناغہ نہ ہوتے تھے۔ جو کچھ کرتی تھیں اسطرح کرتی تھیں کہ کانوں کان کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی اور اگر پتہ لگ گیا اور کسی نے منہ پر کہدیا تو ہاتھ جوڑتی تھیں کہ خدا کے لیے زبان سے نہ نکالو خدا قبول کرے۔ نصیبا کی بات سنکر بیٹھی ہیں تو کچھ نہ بولیں جبکی اُٹھ ٹہلنے لگیں کوئی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد جب میں ادھر اُدھر ہو گئی تو اسکو روپے دیدیئے اور دعا

یتی اپنے بچہ کو داروغہ جی کے پنجے سے چھڑا لائی۔

یہ ہی موجودہ خیرات اور اگلی خیرات اور یہ ہی ناز اور اعتراض کی کیفیت میں نے
بہت موٹی موٹی باتیں بیان کی ہیں جو رات دن تم اور میں دیکھ رہی ہیں، اور تم میں سے
زندہ رہیگا وہ دیکھ لیگا کہ یہ مدعیان تعلیم پانی کے حباب اور دریا کے سراب سے زیادہ
ت نہیں رکھتے، ہاں دور قدیم وجدید کا امتیاز بین یہ ضرور نظر آرہا ہے کہ ان بیویوں
یہ چٹک مٹک ان کے لباس ایسے زرق برق انکی زبانیں ایسی طرار اور انکے چہرے
ہ پکے پیسے نہ تھے وہ سیدھی سادی انکا لباس بالکل معمولی انکی زبانیں وقت پر
رکرنے والی اور انکے چہرے بھولے بھالے تھے۔ انکی زندگیاں ختم ہوگئیں۔ انکے وقت
رگئے اور اب تم کو وہ صورتیں نظر نہ آئیں گی مگر انکے تمدن انکی زندگیوں کا ان کے عادات
سائل کا تھوڑا بہت پتہ اس زمانہ کے گیت اس وقت کی لوریاں تم کو دے رہی ہیں
یہ بھی اب دم توڑ رہی ہیں، وہ جب رات کو اپنے بچوں کو پہلو میں لیکر سوتی تھیں، تو
پر لطف وعظ ایک پر مغز لیکچر روزانہ ان کے سامنے دیتی تھیں اور اس کڑوی دوا
ہانی کے رنگ میں ڈبو کر دکھاتی تھیں تاکہ دلچسپی میں کوئی فرق نہ آئے جو باتیں آج
رگارٹن بہترین استاد اور منتخب استانیاں مدتوں اور برسوں میں سکھا سکتی ہیں
سانی اس پیرایہ میں ذہن نشین ہوتا تھا اور ایسا جمتا تھا کہ مرتے وقت تک ذہن سے
لتا۔ اب کہانی کہنے والے تو خیر رخصت ہوئے ہی تھے افسوس یہ ہے کہ کہانیاں بھی
م ہو رہی ہیں۔ گیت اڑ گئے کہیں بھولے بسرے وہ آواز کان میں آجاتی ہے ورنہ
لیے کہ آئی نسبت دور قدیم سے ہے قابل نفرت ہیں۔ لیکن ابھی ہماری آنکھیں ان
دلی باتوں میں بھی جو انکی دلچسپی کے مشغلے اور خوشی کے جلسے ہوتے تھے ان کا خلوص
نیک نیتی، اور انکی قابل فخر زندگی کی جھلک دیکھ رہی ہیں۔

آج یہ وقت ہے کہ میں اپنے کانوں سے کئی دفعہ یہ آواز سن چکی ہوں کہ امیر اور غریب کا

رشتہ کیا جو امیر ہے اُس نے اپنی قوت بازو سے اپنی کوششوں سے اپنی محنتوں سے روپیہ حاصل کیا اس لیے نہیں کہ وہ غریب بہن بھائی کی نذر کر دے اور اپنے سرمایہ میں سے اُن کی خدمت کرتا ہے، اگر بیاری بچو دورِ قدیم کی تربیت یہ نہ تھی وہ تمول کو تدبیر افلاس کو تقدیر اور واقعات کو اتفاق سے تعبیر کرتے تھے۔ انکے ہاں امیر اور غریب سب کی حیثیت ایک تھی والدین اولاد کے مختار ہوتے تھے اور انکے سامنے بچوں کی اتنی مجال نہ ہوتی تھی کہ خوشحال کنگال کو ٹیڑھی نگاہ سے دیکھ لے۔ انہوں نے یہ سمجھکر کہ کہیں دینے والا لینے والے کو حقارت سے نہ دیکھے، اپنا تمدن ہی ایسا مقرر کر دیا تھا۔ جہاں سب ایک سطح پر آجائیں اُن کی رسمیں اُن کی تقریبیں میرے دعوے کا نشان دے رہی ہیں آج سنتی ہوں کہ انجمن آرا بیگم نے جودھپور میں جہاں اُنکے شوہر ناظم ہیں۔ بچی کے دودھ چھٹانے کی شادی اس زور شور سے رچائی کہ سارا شہر واہ واہ کرنے لگا۔ کل کان میں یہ آواز آتی ہے کہ سعید النسا بیگم نے میرٹھ میں ایسی پارٹی دی کہ سب دنگ ہو گئے دورِ قدیم میں یہ چرچے کہیں نہ سُنے کہ پردیس میں شادی رچائی اور غیروں میں بیٹھ کر جی خوش کر لیا۔ ہماری مثل تو یہ تھی کہ جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا ہم نے تو وہ شادیاں دیکھی ہیں کہ امیر کھاتی پیتی، زیور جائداد والی، دولت حشمت والی غریب مفلس رشتہ دار کے آگے ہاتھ جوڑ رہی ہے کہ خدا کے واسطے بیمار ہو تو دو ہی گھنٹہ کے لیے آجاؤ اور بیٹی کو اپنے ہاتھ سے وداع کر دو۔ اسکی اصلی غرض کیا تھی صرف یہ کہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ۔ اب تم اپنے ذہن میں اس وقت کا ایک گھر قائم کر لو، تو تم کو اس زمانے کے حالات معلوم ہونگے، ایک کھاتا پیتا بھائی جس کو خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے بہن بدقسمتی سے غریب ہے مفلس ہے اور مشکل سے زندگی بسر کر رہی ہے، مگر رشتہ کے اعتبار سے دونو برابر ہیں ایک باپ کی اولاد ایک ماں کے پیٹ میں پاؤں پھیلائے۔ دولت کا امتیاز اور تغیر کی مصیبت رشتہ کی مساوات میں حارج نہیں ہے، وہ اپنی دولت میں خوش ہے تو یہ اپنی مفلسی میں مگن۔ بھائی کے ہاں بیٹا ہوا، تو اس وقت کا تمدن اس طرح شروع ہوتا ہے، یہ مثل ملحوظ رہے

کہ بہن پچاس برس کی اور بھائی پانچ برس کا یعنی دونو برابر ہیں، بھائی اگر بچہ اور بہن بڑھیا بھی ہے تو بھی وہ بچہ اس بڑھیا کے حقوق سے غافل نہیں ہو سکتا، ہاں تو بھائی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے بہن چونکہ عورت ہے فطرتاً یہ سنکر کہ بھائی کو خدا نے یہ دن دکھایا خوشی کے مارے اچھل پڑی، چونکہ وہ اس خوشی کے موقع پر بھائی کی کمائی میں حقدار ہے نیگ جوگ کے بہانے سے اس کو اس موقع پر بہت کچھ ملے گا مگر ایسا نہ ہو کہ اس کی مفلسی بھاوج کی نگاہ میں موجب ذلت ہو جائے، اسی لیے پہل اس کی طرف سے ہوتی ہے، اور سب سے پہلے وہی بھتیجہ کا کرتا ٹوپی تیار کرتی ہے اور خود لیکر بھائی کے یہاں پہنچتی ہے، ذرا اس وقت کی زچہ گیری کو دیکھنا بہن کیا کہہ رہی ہے۔

"میں تو ہولر سنکر آئی بیرن بھیا میں تیری ماں کی جائی"

اللہ اللہ کیسا موثر وقت ہے، بھائی بھاوج خدا کی اس نعمت پر باغ باغ ہیں۔ چاروں طرف سے مبارکبادیں مل رہی ہیں ہر شخص اپنے اپنے حق طلب کرتا ہے کہ دفعتہً مدتوں کی چھوٹی ہوئی بہن کی یہ صدا اس بہانے سے کان میں آتی ہے، وہ بھیک نہیں مانگتی اپنا حق نہیں جتاتی پہلے اپنے آنے کی وجہ بیان کرتی ہے، اور کہتی ہے۔

میں تو ہولر سنکر آئی، بیرن بھیا میں تیری ماں جائی

اس وجہ کو بیان کرنے کے بعد بے ساختہ اس کی نگاہ بچہ پر پڑتی ہے، دل بھر آتا ہے بھائی کی محبت جوش کرتی ہے اور دل سے یہ دعا نکلتی ہے۔

باغوں میں جیسے آم پھلے رے ایسے پھلے مرا بھائی

بیرن بھیا میں تیری ماں کی جائی

اب اس کو اپنی غربت اور بھائی کے تمول کا خیال آتا ہے، اور سوچتی ہے کہ بھائی تو خیر میرا اپنا ہے، کہیں بھاوج مجھ کو غریب سمجھکر حقارت سے نہ دیکھے۔ یہ خیال آتے ہی وہ بھاوج سے کہتی ہے۔

"جیئے میری بھاوج جیئے میرا لالہ نند بیٹی نہیں آئی"

بھاوج کو دعا دیتی ہے، بھتیجے کی درازی عمر کی خواہش کرتی ہے، اور دبی زبان سے اپنا مطلب بھی کہہ دیتی ہے کہ بیٹی نہیں آئی یعنی خالی نہیں آئی ہوں۔

تیرے للہ کو ہنسلی رے کڑے تجھ کو میوہ لائی

بیرن بھیا میں تیری ماں کی جائی

اب اتنا کہہ چکی تو اپنا حق جتاتی ہے اور کس زور سے کہتی ہے کہ لونگی اور لیکر جاؤں گی۔

سنو کے چڑھن کو گھوڑا لونگی تو اپنے بدن کو جوڑا

چھاتی دہلائی روپیہ لونگی اشرفی لٹ کی دہلائی

بیرن بھیا میں تیری ماں کی جائی

سبحان اللہ کیسے مزے کی باتیں اور پرلطف معاملات میں کہتی ہے، خاوند کے واسطے گھوڑا اور اپنے واسطے جوڑا یہ دونو چیزیں تو الگ لونگی اور ابھی اصلی نیگ باقی ہے۔ تم نے خواب میں بھی یہ باتیں نہ سنی ہونگی اس وقت تک ماں اپنے بچہ کو دودھ نہ دے سکتی تھی جب تک پھوپی یعنی زچہ کی نند آکر بھاوج کا دودھ دودھ سے نہ دہولے اور سر کی ایک لٹ کو دودھ نہ لگا دے۔ یہ باتیں جو محض جہالت معلوم ہوتی ہیں، ان کو زیادہ غور سے دیکھو تو انکی باریکیاں معلوم ہونگی۔ دودھ سے چھاتی دھوئی جائے گی، تو ظاہر ہے کہ دودھ زیادہ ہوگا۔ اس نسخہ کو رسم کا لباس پہنا کر نیگ بنا دیا۔

ادہر نند نے دودھ سے چھاتی اور لٹ دہلائی، ادہر زچہ نے بچہ کے منہ میں دودھ دیا، بتاؤ کیسا تھا یہ تمدن احسان ہے نہ کرم۔ بھائی اپنی حیثیت کے موافق نیگ دلا کر بہن کو رخصت کرتا ہے، اور بہن خوش و خرم اپنے گھر روانہ ہو جاتی ہے۔

یہ باتیں جہالت اور لغو کہی جاتی ہیں، یہ میں بھی جانتی ہوں کہ زمانہ کی رفتار یہ جو آبدار تھا خاک میں ملا چکی اور جدہر نظر ڈالو نفسی نفسی کا عالم ہے مگر وقت آئیگا کہ انصاف پسند

آنکھیں اس تمدن کو ترسیں گی، اور ان زندگیوں پر حسرت کے آنسو بہا کر اپنا پیٹ لیں گی
ان بیویوں کی چال ٹکے گز کی تھی، وہ روپیہ کو اپنی ملکیت کے ساتھ شوہر کی
امانت سمجھتی تھیں اور جانتی تھیں کہ یہ کس مصیبت سے ہاتھ آیا ہے، بچا کر چھپا کر
کسی نہ کسی طرح وقت بے وقت کے واسطے کچھ نہ کچھ لگا رکھتی تھیں۔ آج ہم یہ دیکھ رہے
ہیں کہ مہذب گھروں میں ماشاءاللہ خرچ آمدنی سے ڈیوڑھے اور دو گنے۔ اگر گرانی
بڑھ گئی، ضروریات زیادہ ہوگئیں تو اس کے ساتھ آمدنی میں بھی آسمان زمین کا فرق
ہوگیا، دس دس روپے میں اجلے خرچ تھے، اچھا پہنتے تھے، بیٹیاں بیاہتے تھے حیثیت
کے موافق جہیز بھی دیتے تھے براتیں چڑھتی تھیں، چڑھاوے ہوتے تھے۔ اس ہی آمدنی
میں سب کچھ ہو جاتا تھا، قرض تھا نہ نام آفت تھی نہ پریشانی، اس زمانہ میں تو پچاس روپے
کی نوکری معراج تھی، آج پچاس روپے میں خاک اڑ رہی ہے اور اس کی بڑی وجہ صرف
یہی ہے کہ وہ تمدن بظاہر مذہب سے علیحدہ ہو کر اس کی ہر شاخ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ
مذہب کے تحت میں اپنا کام کر رہی تھی اب یہ تمدن لاکھ اہل تمدن مذہب کے دعوے
زور شور سے کریں مگر ان کا ہر کام اور ہر بات مذہب سے ہزاروں کوس دور ہے۔

(۱۸)

میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ اس گلاب کے پھول کو اپنے ہاتھوں سے اس مانگ میں
رکھ کر یہ دیکھوں کہ شرمندہ بھی ہوتا ہے یا نہیں۔

اکرم۔ آپ بی، اے میں کامیاب ہونے کے بعد ایل ایل بی کی کوشش کیوں
نہیں کرتے۔

حامد اے شمع نورانی اے حسن کی دیوی، تو جس کے ہاتھ میں اس وقت حامد کی
موت و زیست ہے جس کے ہر قدم پر حامد کی جان لوٹ رہی ہے۔ للہ میری بات
کا جواب دے اور میری درخواست قبول کر۔

اکرم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس گلاب کے پھول سے آپ کو کیا مسرت حاصل ہوگی اس پر طرہ یہ کہ آپ نے خواہ مخواہ ضد کی اور لائیے کا پھول میرے ہاتھ میں دیدیا۔

حامد میں انسان نہیں دیوانہ ہوں، میرے ہوش و حواس میری عقل و صبر سب ہاتھ سے جا چکے۔ مجھکو اب دنیا اندھیرا اور جینا وبال ہے۔ میں رات کو عالم تنہائی میں جب صرف آپ کا خیال میرے پاس ہوگا، آپ کی صورت میرے روبرو ہوگی اس مونس و ہمراز پھول سے جس کو یہ فخر حاصل ہوجائے گا اپنا دل بہلاؤں گا، یہ میرا غم غلط کریگا، اور میرے زخم پر جو اب ناسور ہوگیا ہے مرہم رکھے گا۔

اکرم لائیے مجھے عنایت فرمائیے۔

حامد۔ اتنے کرم کے ساتھ تھوڑا سا کرم اور بھی ...... مجھکو اجازت ہو۔

اکرم آوہ، ضد، ہٹ، فضول، کیا لغویت ہے، اچھا لو۔

حامد۔ آہ، آہ، آہ۔

(۱۹)

محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ، مہتمم مدرسہ نسواں، سلام سنت الاسلام۔

میں آپ کے مدرسہ کی شاگرد بی بی رئیس النسا سے جو پچھلے ہفتہ میں امتحان دینیات اور اردو میں کامیاب ہوئی ہیں، نکاح کا خواہشمند ہوں۔ کل میں نے جس عزیزہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا تھا وہ میری معتبر بہن ہیں اور میرے مزاج اور میری عادات خصائل سے پوری طرح واقف۔ اس نے چونکہ ہر طرح اپنا اطمینان ظاہر کیا ہے اس لیے مجھے امید ہے کہ آپ میری درخواست کو منظور فرما کر سنت رسول کے موافق اس نکاح کو انجام دینگی مہر موجل دو ہزار روپے دینے تک آمادہ ہوں اور بالفعل محکمہ افیون میں ساٹھ روپے ماہوار کا ملازم۔

نیازمند نور اللہ

آپا جان یتیم لڑکی ہے جہیز وغیرہ کچھ ہی نہیں اس لیے ہم چڑھاوے کے متعلق
گفتگو نہیں کرتے، پرسوں جمعہ عید المسلمین ہے میری رائے میں نماز کے بعد نکاح
ہو جائے اور رئیسہ اپنے گھر رخصت ہو، اس میں شک نہیں کہ رئیسہ اس وقت مدرسہ بھر
کا مول ہے اور اس سے مجھکو جو کچھ مدد مل رہی ہے میں بیان نہیں کرسکتی، مگر کہاں تک اس کو
بٹھائے رکھوں گی، خدا کا کام ہے خدا کسی اور لڑکی کو اس قابل کردیگا۔ لڑکے کے متعلق میں
نے اچھی طرح اطمینان کرلیا ہے بہت شریف بچہ ہے اس کے ماں باپ پہلے مائس ہی تھے انہوں نے
رقعہ بھیجا تھا میں نے کہا لڑکے کی طرف سے شرع اسلام کے موافق پیغام ہوا دیجے۔
بڑی بہن۔ بس تو جب تم ہر طرح اطمینان کرچکی ہو، تو پھر دیر کی کیا ضرورت
بسم اللہ کرو اور پرسوں اس فرض سے سبکدوش ہو جاؤ۔

(۲۰)

تم بھی بعض دفعہ ایسی بیوقوفی کی بات کہدیتی ہو کہ آگ لگجاتی ہے، اکرم کو بردل کی کیا
کمی۔ اور ایسی اس کی عمر ہی کیا ہوگئی۔ بیس برس کی لڑکی تو ولایت میں بچہ سمجھی جاتی ہے
جس وقت تم نے ارادہ کیا اس وقت اتنے پیغام آئیں گے کہ انتخاب مشکل ہو جائیگا۔ خاندانی
عزت آج شہر میں جواب نہیں رکھتی۔ اب تعلیم نے اس کو اور بھی مشہور کردیا، خواہشمند تو
بیسیوں مگر ایسا لڑکا میری نظر میں تو کوئی نہیں جو اس کے قابل ہوسکے، چھوٹی ہی
تھی بلکہ اباجان کی زندگی میں منجھلے چچا نے پیغام دیا تھا، مگر وہ لڑکا اب مر مرکر انٹرنس میں
پاس ہوا ہے، خود بڑی آپا جان کا بچہ ناصر موجود ہے، چھوٹوں اشارہ پا جائیں تو گھر کی مٹی
نے ڈالیں، مگر لڑکا ایسا چاہیئے جو کم سے کم بی اے ہو تاکہ اس کی قابلیت کی قدر کرسکے
بیوی ہے۔ میں صرف اس لیے کہتی ہوں کہ آج مہینہ بھر ہوا اس نے مجھ سے شادی کے
متعلق گفتگو کی تھی، اپنے واسطے نہیں بلکہ اسلام کے موجودہ طریقہ پر۔
میاں۔ ہاں تو اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ خود شادی کی خواہشمند ہے۔ ہمارا طریقہ مردہ

ضرور قابل ترمیم ہے اور میری رائے میں میاں بیوی کو خود انتخاب کی اجازت دینی چاہیئے تم نے کیا کہا

بیوی ۔ میں نے یہی کہا جو تمہاری رائے ہے۔

(۲۱)

مگر اس میں کیا قباحت ہے کہ تم مجھ پر اتنا رحم کرو کہ زیادہ نہیں صرف ایک دفعہ روزانہ اپنی صورت چند لمحوں کے واسطے مجھے دکھا دیا کرو۔ یقین کرو مس اکرم تمہاری ملاقات کے فوری اثر سے جو مسرت حاصل ہوتی ہے، وہ اس قدر پائدار ہے کہ آجتک زندہ ہوں ورنہ میری دنیا اور میری زندگی تو ختم ہو چکی۔

ہاں ہاں ڈیر مس اکرم کس منہ سے شکریہ ادا کروں، میری انگوٹھی کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور مجھہ کو مول لے لیا۔

اکرم میں جب موقع ہوتا ہے تم سے گفتگو کر لیتی ہوں، البتہ تمہاری طرح دنیا سازی کی باتیں مجھے نہیں آتیں، میں کس طرح روزانہ ملنے کا وعدہ کروں، وعدہ خلافی سے زیادہ دنیا میں کوئی غلطی انسان سے نہیں ہو سکتی۔ میں تم سے کبھی وہ وعدہ نہیں کر سکتی جو میرے اختیار میں نہ ہو۔

حامد میں صرف اس وقت اس نازک ہاتھ کو جس نے میری عزت افزائی کی اپنی آنکھوں سے لگانا چاہتا ہوں، اور یہ آپکا ایسا احسان ہوگا کہ میں اسکو نہیں بھول سکتا۔

اکرم آپ بعض اوقات بہت بے جا ضد کرتے ہیں لیجئے۔

حامد۔ یہ ہاتھ چنبیلی کا پھول ہے جس کی نازک پنکھڑیاں میری آنکھوں کو فرحت میرے دل کو طراوت میری روح کو تازگی اور میری جان کو تقویت بخش رہی ہے۔

اکرم ہاں آپ نے اس روز کہا تھا کہ آپ پاپا سے ملیں گے میرا خیال ہے آپکو شاید فرصت نہیں ہوئی

حامد۔ واہ میری محسنہ میری حسینہ میری جان کی مالک میرے دل کی الک اکرم اچھی قدردانی

کی. میں نے دو دفعہ ملنے کا قصد کیا، اور گھنٹوں وہاں ٹہلتا رہا مگر میری ہمت نہ پڑی

کہ میں ان سے اس کے متعلق کچھ عرض کر سکوں، اب جو کچھ بھی ہو دل کڑا کرکے آج عرض کر دونگا۔

اکرم آپ کو میرے سامنے تو ہر قسم کی ہمت ہو جاتی ہے اور ایک باضابطہ معاملہ میں آپ

اس قدر پست ہمت ہوتے ہیں

حامد تمہارے رحم و کرم میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں، تمہارا حسن میرا دل بڑھاتا ہے اور

تمہاری پیاری صورت مجھ کو ترغیب دیتی ہے کہ میں اپنی درخواستیں تمہارے سامنے پیش کر دوں

اکرم تو آپ ان سے کب ملیں گے۔

حامد۔ کل انشاء اللہ ضرور عرض کروں گا۔

اکرم۔ اچھا رخصت

حامد۔ میں کس طرح کہوں یہ صورت جو اس وقت پیکر اکرم میں میرے پیش نظر ہے

میری آنکھوں سے اوجھل ہو کر میری جان پر بنائے گی۔

اکرم تم نے پھر وہی رٹ شروع کی اچھا (ہاتھ ہلا رہا ہے)

گوڈ بائی مسٹر حامد

(۲۲)

"تم نے اگلے مہینہ میں بھی یہی کہا تھا کہ اب کے انشاء اللہ اکٹھے بیس روپے دونو مہینوں کے اماجان

کو بھیجدونگا، میں اس وقت خاموش ہو رہی، لیکن اب کے تمہاری نیت پھر وہی معلوم ہو رہی

ہے تم ماشاء اللہ ساٹھ روپے کے نوکر ہو، گھر میں ماما ہے باہر نوکر، اچھے سے اچھا کھاتے اور بہتر

سے بہتر پہنتے ہو، میری کوئی ضرورت کبھی رکی نہیں رہتی، بچوں کے سب کام پورے ہوتے رہتے ہیں

مگر افسوس ہے بیچاری حالتوں پر کہ ضعیف العمر والدین جو آج ہماری مدد کے محتاج ہیں، اور جنکا اگر

سچ پوچھو تو ہم پر کوئی زور نہیں بیچارے خرچ کی راہ دیکھیں اور ہمارے پاس سے نہ جا سکے تم گھر

کے سب خرچوں کو موقوف کرو۔ کپڑا اگلے مہینہ میں آجائے گا۔ گھی دس کا نہیں پانچ کا

منگواؤ۔ مگر اُن کے میں روپے آج ہی روانہ کر دو۔

نور اللہ۔ میں تمہارے اس خیال کا بے حد احسانمند ہوں اور مجھے بڑا افسوس ہے کہ میں انکی خدمت پچھلے مہینہ میں نہ کر سکا۔ مگر کیا کروں اگر بھیجدیتا ہوں تو اسی مہینہ کی سی تکلیفیں پھر نظر آ رہی ہیں، کون سے خرچ کم کر دوں۔

رئیس النسا۔ انکی زندگی کا بھروسہ نہیں۔ دنیا ہمارے سامنے کھلی ہوئی ہی ہم ہزاروں کمائیں گے اور ہزاروں اٹھائیں گے، مگر وہ موجود نہ ہونگے، جب تک ان کا ساجھا ہماری کمائی میں ہے ہمارا فرض ہی کہ ہم نہ صرف اس کو پورا کریں بلکہ اپنا فخر سمجھیں۔ جس وقت وہ نہ ہوں گے اگر ہم ہزار روپے بھی اُٹھا دیں تو وہ سچے دل سے دعائیں دینے والے ہم کو میسر نہ آئیں گے ہمکو تو تکلیف ہی ہوئی ہی، لیکن جنکا کوئی سہارا نہیں انپر تو شاید فاقے ہی ہو رہے ہوں گے۔ کس بیقراری سے وہ ڈاکیہ کی راہ دیکھتے ہوں گے، اور جب یہ سنتے ہوں گے کہ کچھ نہیں تو ان کا دل کیا کہتا ہوگا، یہ میں جانتی ہوں کہ اُن کے دل بددعا نہ دیں گے۔ مگر اب ایسے محبت کرنے والے ہمکو دنیا میں میسر نہ آئیں گے، ہم نے انکی خدمات کی کچھ قدر نہ کی مجھکو یاد ہے میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہی کہ ایک دفعہ حضرت حسن بصریؒ بازار میں تشریف لیجا رہے تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک عورت کو اپنی پشت پر لیے چلا جاتا ہے، پوچھا یہ تیری کون ہے اس نے کہا کہ میری ماں۔ فرمایا کہ بیشک تو اپنے فرض سے ادا ہوا جس طرح یہ تجھکو گود میں اُٹھائے پھرتی تھی اسی طرح آج تو اس کو پشت پر لیے چل رہا ہے امام کی یہ گفتگو سنکر اس شخص نے کہا نہیں یہ بات نہیں ہی اس فرض سے میں کیا کوئی بھی ادا نہیں ہو سکتا، اس کی اور میری حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہی، جس وقت یہ مجھکو لیتی تھی تو اندر سے اس کا دل میری درازیٔ عمر کا متمنی تھا اور اس کو میری تکلیف اپنی راحت سے بہتر تھی، میں اس کو بار نہ تھا لیکن آج جبکہ یہ میری پشت پر ہی مجھکو بار معلوم ہو رہی ہی اور میری تمنا یہ ہے کہ خدا جلد اس کا انجام بخیر کرے۔ لیکن اس کے دل میں میری موت کا خیال کبھی پیدا ہی

نہیں ہو سکتا تھا۔

کیا خبر ہمکو والدین کی صورت دیکھنی نصیب ہو یا نہ ہو، مگر یہ وقت یاد رہ جائیگا اور انکی تکلیفیں اگر تم کو نہیں تو مجھکو خون کے آنسو رلوائیں گے۔ ان کا دل یہ ضرور کہہ رہا ہوگا کہ بیوی بچوں کے اخراجات کی وجہ سے ہماری تنخواہ بند ہوگئی۔ پچھلے مہینہ میں تم نے ان کو کچھ نہ بھیجا۔ مگر اسی خرچ میں سے بچا بچا کر میں نے اُنکے یہ دس روپے نکال لیے۔ خدا کے واسطے دس یہ لو اور دس اس تنخواہ میں سے ملا کر سب سے پہلے ان کا منی آرڈر کراؤ۔

نور اللہ۔ خدا تمہاری عمر میں برکت دے اور تمہاری اس سعادتمندی کا اجر آخرت میں دے تم نے جو کچھ کہا بہت درست اور ٹھیک ہے۔ لاؤ میں سب سے پہلے روپیہ روانہ کر دوں جا تو رہا ہی ہوں اور جو کچھ منگواؤ ادھر سے لیتا آؤں، تمہارا چادرہ آج میں ضرور لاؤں گا۔

بیوی چادرہ لانا شوق سے لاؤ، میں منع نہیں کرتی مگر تم بھی سوچو میں گھر کی بیٹھنے والی کہیں آنا نہیں جانا نہیں، جیسے کپڑے پہن لونگی کوئی کہنے والا نہ سننے والا۔ اگر کہیں جانا بھی ہو گیا تو اللہ کا شکر ہے آنے جانے کے کپڑے میرے پاس موجود ہیں، مگر سب سے پہلے تم اپنی اچکن کا کپڑا لاؤ باہر کا جانا سب سے ملنا جلنا تم ان باتوں پر کیوں نہیں غور کیا کرتے۔ میں پرسوں سے دیکھ رہی ہوں کہ اچکن کی کہنی مسک گئی دو ایک دن میں اور نکل جائے گی مہینہ بھر پھٹی ہوئی اچکن پہنو گے، نام تو میرا ہی بدنام ہوگا۔ تم اپنی ضرورت سے نہیں تو میری ہی بدنامی کی خاطر خدا کے لیے سب سے پہلے اپنی اچکن کا کپڑا لاؤ۔ اور ایک کمری کی دلیں لیتے آنا نماز کو جاتے ہو اگلے برس کی کمری گلے میں ہے اس میں کیا نئی کیا خاک ہو گی۔ روئی میں نے منگوا رکھی ہے۔ انشاءاللہ آج ہی تیار کر دونگی۔

نور اللہ۔ تم تو ہمیشہ یوں ہی مجبور کیا کرتی ہو چادرہ آجاتا تو اچھا تھا۔ خیر میں اچکن کا کپڑا لیتا آؤنگا اور ہاں دعوت کے واسطے تو بتاؤ کل تحصیلدار صاحب آئیں گے انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس سال میری ترقی کی سفارش کریں گے اس لیے میں کہتا تھا کہ انکی

ایک وقت کی دعوت کردیتا، مگر تمہارا جی اچھا نہیں اس لیے مجبور ہوں۔
بیوی میرے جی کا کیا ہے نزلہ زکام، کھانسی بخار کیا ہوا نہیں کرتے، تحصیلدار صاحب
پھر کب آئیں گے، ضرور دعوت کردو۔ میں انشاءاللہ سب ٹھیک ٹھاک کرلونگی
میری بیماری کا تم نے اچھا عذر سوچا، میرا کیا ہے کوئی بیماری ہے دنیا کے کام کاکرتے ہم

(۲۴)

رضیہ میں نے تم کو بار بار سمجھایا کہ تم اپنے گنوں سے باز آؤ اور یہ وطیرے چھوڑدو تم نے
تمام خاندان کی ناک کاٹ دی شہر بھر میں تمہارا خاکہ اڑ رہا ہے اور دنیا تم پر ٹھٹھے لگا رہی ہے
غضب خدا کا میر کلن کی لڑکی جو پانچ ہزار کا جہیز لیکر گھر سے نکلی تھی وہ فقیرنیوں بھکنگنیو
یتیموں اور اچھوتوں کی خوشامد کرتی پھرے، جس پر ہمیشہ استاد اور استانیاں نوکر رہیں وہ
آج ذلیلوں اور رذیلوں کو سبق پڑھا رہی ہے اسوقت ابا جان زندہ ہوتے تو یا تو خود زہر
کھا لیتے، یا تم کو جان سے مار ڈالتے، میں گو چھوٹا تھا، مگر تمہارے باپ کی جگہ، اگر تم بڑوں کی
عزت بناتیں اور ہماری آبرو برباد نہ کرتیں تو ہم ایسے گئے گذرے نہ تھے، تمہارے گنوں
تک کو روٹیاں دے سکتے تھے، اسوقت بھی بیس سیر آٹا صبح و شام پک رہا ہے، تمہارا پاؤ سیر آٹا
دو بھر نہ تھا، مگر آدمی دیتا اس کو ہے، جس کو دے کر جی خوش ہو یہ نہیں کہ گدہے کی ٹھوک تر
نون دیا اس نے کہا میری آنکھیں پھوٹیں، خیر جیسا کیا ویسا بھگتو، اور جو بویا وہ کاٹو۔ پردہ
کرو بنیئے نے تمہارے نام نالش دائر کردی ہے اور فیصلہ سے قبل قرقی کا حکم ہے ہٹو، جلدی
ہٹو، اہلکار تمہارے نوکر نہیں ہیں کہ کھڑے رہیں گے۔
رضیہ میاں، کیسی قرقی، کس کا بنیہ، میں نے تو آجتک کسی سے ایک پیسہ بھی قرض نہیں
لیا، ذرا میرے سامنے تو بلاؤ، کیوں کہہ رہا ہے، میرے منہ پر تو کہے۔
اچھن تم سچی اور مس صاحب کا جمعدار دلورام جو چیچ سے پنشن پا رہا ہے جھوٹا، جس کی
ضمانت پر ڈیڑھ سو روپیہ قرض لیا تھا۔ آپا گریبان میں منہ ڈالو، ہا، ہا

رضیہ بھائی کیا کہہ رہا ہی، خدا کے واسطے اچھن مجھہ کو بچا۔ میں نے تو ضمانت کیسی یہ نام بھی آج سنا ہی۔ کون مس صاحب، کیسا جمعدار۔

اچھن اچھا پردہ کرو۔ اپن میرے اور تمہارے باوا کا نوکر تو نہیں ہی کہ گھنٹوں کھڑا رہیگا

پردہ ہوتے ہی دو تین اہلکار پندرہ بیس سپاہی، گھر میں داخل ہو گئے اسباب قرق ہونا شروع ہو گیا، مدرسہ کا تل تل اور رتی رتی قرق ہو چکا تو بغلی کے کمرے میں آئے دری گاؤ تکیہ، برتن بھانڈا، سب چیزیں اٹھتی رہیں، مگر رضیہ خاموش دیکھتی رہی، جب اچھن نے کاغذوں کا بستہ اٹھایا اور کھولنے لگا، تو اس نے باواز بلند کہا۔

جو آواز آجتک کسی غیر مرد نے نہیں سُنی وہ اچھن تمہاری موجودگی میں کہ تم وارث شرعی ہو، اتنے مجمع میں نکلتی ہی، میرے بستہ کو ہاتھ نہ لگاؤ یہ میری وہ امانت ہی جس کو گیارہ برس سے سینہ سے لگائے ہوئے ہوں، اچھن یہ تمہارے دیکھنے کی چیز نہیں ہی یہ میرے اس وارث کے راز ہیں جس کی موت مجھے یہ دن دکھا رہی ہی، یہ روی کاغذ ہیں، مگر وہ کاغذ جنکو روز ایک دفعہ دیکھتی ہوں، اور زمانہ گزشتہ کو یاد کر لیتی ہوں، یہ میری نگاہ میں لال یاقوت زر و جواہر سیم و زر دولت و سلطنت سب سے زیادہ ہیں، ان پر اگر کسی کی نظر پڑ گئی تو میرا ایمان میرا نفس میرا دل مجھپر لعنت بھیجے گا کہ میری وجہ سے ایک شخص کا راز ایک مردہ روح کا راز آج افشا ہو رہا ہی، اچھن ان خطوں کو نہ پڑھ اور بستہ مجھے دیدے

طاقت ور، صاحب اقبال، عقلمند و ہوشیار، مالدار، زوردار اچھن کے مقابلہ میں بدنصیب فقیر و ذلیل و رذیل مظلوم و خستہ خوار رضیہ کی وقعت کیا خاک تھی، بستہ بھی اسباب قرق شدہ میں داخل ہوا، اور تھوڑی دیر میں مدرسہ یتیم خانہ اور زنانہ مکان میں دانت کریدنے تک کو تنکا نہ رہا۔

دو بجے سے پانچ بجے تک یہ مصیبت برپا رہی، جب لڑکیاں اور اہلکار سب چلے گئے تو عالم تنہائی میں رضیہ کو اپنی بدنصیبی کا خیال آیا وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی اور چیخ

چیخ کر بلبلائی۔ بھائی کی بے اعتنائی سے اس کے کلیجہ پر تیر لگ رہے تھے! اسی حالت میں روتی
رلاتی بڑی بہن کے ہاں پہنچی اور اپنی بپتا سنائی رضیہ ساری داستان کہہ چکی تو آج خلاف
عادت بجائے اس کے کہ بہن اس کے زخم پر مرہم رکھتی، بگڑ کر بولی، رضیہ بوا تم نے مجھ کو بھی
دشمن سمجھا اور ترک کی، میں ہر طرح سے تمہاری خبر گیری کو حاضر تھی۔ اگر روپیہ قرض لینا
تھا تو مجھ سے تو ذکر کر دیتیں۔

رضیہ ہائے آپا، میں قرض کو کیا جانوں میں نے کس سے قرض لیا مجھ پر تو ناگہانی آئی ہے۔

بڑی بہن بوا مجھ کو اچھن تمہارے ہاتھ کی تحریر دکھا گیا ہے، میں تمہارا خط پہچانتی ہوں
مکرنے سے کیا فائدہ۔

رضیہ اے اللہ مجھ کو موت دے کہ میں ایسی ہو گئی، آپا کیا کہہ رہی ہو، میں غیر مرد کو تحریر دونگی
میری عزت آبرو سب برباد ہو گئی...... ہاں ہاں مجھے خیال آیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ
اچھن دوپہر کے وقت ٹہلتا ہوا میرے پاس آیا اور کہا آپا یہ چند سطریں نقل کر دو، میں نے
نقل کر دیں وہ روپیہ کا لین دین تھا شاید یہ وہی جھگڑا ہے، آپا میری بات کا یقین کرو۔
میں بے گناہ ہوں۔ مجھ پر اچھن نے ظلم کیا۔ میں اس کو بد دعا نہیں دیتی۔ مگر للہ تم مجھ سے
ناخوش نہ ہو۔

بڑی بہن۔ رضیہ بدنصیب مت، تیرا ہر ہر آنسو زمین میں نہیں میرے کلیجہ پر گر رہا ہے
اے ماں جائی، بھائی کی محبت کو بھول جا وہ دنیا میں خوش ہے تو اس سے واسطہ رکھتی نہ یہ
نتیجہ ہوتا۔ خیر اس کی خوشی یہی تھی، پوری ہو گئی، اور سب بند کرنا چاہتا تھا کر دیا، مگر رضیہ
اس نے ظلم کیا ہے اور اس کی سزا خدا کے ہاں سے اسکو ملے گی اپنی بھول جا اور بھائی کی تو

رضیہ آپا مجھے خدا وہ وقت نہ دکھائے کہ اچھن پر کوئی برا وقت آئے میں کس قابل ہوں
جو اس کی مدد کروں نہ زر بل نہ بازو بل۔

بڑی بہن خیر جو کچھ ہوا، خوب ہوا، اسی میں کچھ بہتری تھی، تمہاری تحریر کتنے کی تھی

رضیہ آپا ایمان سے کہتی ہوں مجھے یاد نہیں، شاید ڈیڑھ سو روپیہ ترقی کے وقت سب کہہ رہی تھے اتنے ہی کی ہوگی۔

بڑی بہن تمہارے بھائی آجائیں دیکھو میں اُن سے صلاح کروں گی، مگر رضیہ اچھن نے اچھا نہ کیا، وہ اس کی سزا بھگتے گا۔

رضیہ اے ہے آپا خدا کے لیے یہ نہ کہو اس نے جو کچھ کیا اچھا کیا، گر خدا اس کو خوش رکھے بیوقوف ہی، کچھ ہی بات کو نہ سمجھ سکا، مگر للہ میں یہ نہیں چاہتی کہ میرا بھائی کسی تکلیف میں گرفتار

بڑی بہن دیوانی دنیا کلجگ نہیں کرجگ ہی، اور خدا میرا تیرا ہی نہیں سب کا خدا ہی اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے اس نے تیرے ساتھ کچھ نہیں کیا خدا کے کاموں میں ختہ ڈالا اب وہ جانے اور اس کا کام

(۲۴)

جاڑوں کے موسم میں جب سردی زور شور سے پڑ رہی تھی رات کے آٹھ بجے ہونگے کہ میر اچھن نے بیوی سے کہا، آج ابتک کرم نہیں آئی۔ کبھی اتنی دیر نہیں لگی، کیا بات ہے۔

بیوی۔ مس صاحب کے پاس بیٹھ گئی ہوگی۔ اب آجائے گی۔

گھنٹے نے مزے لے لے کر آٹھ کے نو، نو کے دس، اور دس کے گیارہ بجا دیے کھانا رکھا ٹھنڈا ہو رہا ہی نوکر اور ماما ئیں بیٹھے سو کہہ رہی ہیں، ماں اور باپ حیران اور پریشان چاروں طرف پھر رہے ہیں۔

میاں لاؤ پھر میں مس صاحب سے جا کر پوچھوں۔

بیوی۔ ہاں جاؤ دیکھو تو سہی ایسے گھبرا کیوں گئے جائیگی کہاں ہیں ہوگی۔

میاں۔ مگر وہاں تو کتے ہیں۔ رات اتنی آ گئی لاؤ لکڑی دو۔

میر صاحب لکڑی لے کر پہنچے تو جاڑوں کی رات آدھی رات کا وقت سناٹا چھایا ہوا کوٹھی میں قدم ہی نہ رکھا ہوگا کہ سڑک ہی پر تھے کہ آہٹ پاتے ہی کتا لپکا، ٹھہرے اور چاروں طرف نظر ڈالی روشنی تک نہ تھی وہیں سے آواز دینی شروع کیں "مس صاحب" "میر اچھن

آیا ہوں، اکرم ابتک نہیں آئی، مس صاحب کے بدلے کتا بھونکتا ہوا ہر آواز کے جواب میں
آجاتا تھا، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ٹہلتے رہے، یکایک خیال آیا کہ شاید اب آگئی ہو، گھر لوٹے تو وہاں
کیا رکھا تھا، اب ذرا دونوں میاں بیوی کو فکر شروع ہوا، مگر ابھی تک دونوں خاموش تھے
جب وہ رات جس نے اچھن جفاکار کے ہاتھوں ایرانی سیدوں کی آبرو ایک قزاق کے نذر کی
صبح کا منہ دکھا کر پردۂ دنیا سے رخصت ہوئی تو باپ نہ پھیرے منہ مس صاحب کے پاس پہنچا۔
خانساماں صورت دیکھتے ہی لپکا اور مس صاحب کو جاکر اطلاع دی۔
مس صاحبہ میں ابھی ملنے کے واسطے تیار نہیں ہوں۔ لیکن مجھ کو اکرم کا کچھ حال نہیں معلوم
صرف اتنا سنا تھا کہ وہ چندروز سے اپنی قوم کے ایک لڑکے سے ہر وقت باتیں کرتی رہتی
ہے اتنا سنتے ہی پاؤں تلے کی زمین نکل گئی، گھر آیا بیوی کو سارا حال سنایا، اور دونوں نے
کونہ میں بیٹھ کر اپنا منہ پیٹ لیا۔
اکرم کے غائب ہونے کی خبر سوئی نہ تھی کہ چھپ جاتی، دوپہر تک شہر میں بھی مشہور
ہوگئی، اور چاروں طرف سے ڈولیاں اترنی شروع ہوگئیں۔ یہ زخم کا نمک تھا جس نے
دونوں کو موت کا مزا چکھا دیا، آج اچھن کو معلوم ہوا کہ کس طرح باپ دادا کی آبرو کا
خاتمہ کیا اور بہنوں کی عزت برباد کی بہنیں دونوں خاموش سرنگوں تھیں کہ اچھن نے کہا ان پوچھنے والوں
نے اور بھی میرا دم ناک میں کیا، میری بچی اور کسی قابل تو ہی نہیں یا تو کسی نے زہر دیدیا یا پکڑ کر لے گیا۔
بڑی بہن غصہ میں لال اور پیلی ہو رہی تھی کہنے لگی۔
تم کو اب بھی شرم نہ آئی اور سب کے سامنے بیٹھے باتیں بنا رہے ہو، وہ نامنجار لڑکی جس نے
ان سیدوں کی آبرو پر پانی پھیرا جنہوں نے اپنا خون گرا کر عزت قائم کی تھی اس وقت تک
کسی قابل نہیں جب گھر سے لاشیں نکل گئیں اور بیٹی نہ نکلی آج اس پر یہ خدا کا قہر نازل ہوا، باوا کے
خون ایرانی عزت کا خاندانی شرافت کا تقاضا یہ تھا کہ اس کم بخت کی شہرت سے پہلے ہم زمین میں
گڑ جاتے اور موت ہمارا پردہ ڈھانک دیتی، اور ہماری یہ سیاہ صورتیں جو ہمیشہ ہمیشہ کو خاک

میں مل گئیں ہمارے بے بیجا چہرے جنہیں سدا اسد اکو کلنک کا ٹیکا لگ گیا۔ ہماری یہ رسوا آنکھیں جو مدۃ العمر کو زمین میں گڑ گئیں اس سے پہلے غارت ہو جاتیں، میں نہ کہا تی رضیہ کو ٹیں ٹیں وہتی اور تو زمین کا پیوند ہو جاتا، اچھن تیرا باپ میر کلن وہ سید تھا جس کی عورتوں کا پلہ تک دو سرو نے نہ دیکھا، ایک دو نہیں اور ادہیڑیں جوانیں نہیں، گھونگٹ کی دلہنوں نے رنڈ سالے بہت سیلے اور قبریں جا بسائیں۔ انکی ہوا تک کسی کو نہ لگی۔ انکی صورتیں تو درکنار ان کی آوازیں تک دنیا نے نہ سنیں، جن کی فریادیں چپ، جن کی آہیں ساکت جن کے نالے تک خاموش رہے اُنکے کلیجہ کا ٹکڑا اور یہ حشر، کواری اکرم بھاگے اور تو زندہ رہے۔ جوان اکرم لاپتہ ہوا اور میں جیتی رہوں، سیانی اکرم کل سے غائب ہو اور رضیہ منہ دکھائے، دنیا اب ہمارے رہنے کی جگہ نہیں رہی۔ تو نے جو کچھ کیا خوب کیا۔

(۲۵)

قدرت کے نظام نہ کسی موت سے واسطہ رکھتے ہیں نہ مصیبت سے دن ورز کی طرح ختم ہوا اور وہ ہمدرد جن میں بعض نے دن بھر نون مرچیں لگا لگا کر مشرف اور اچھن کو باتیں سنائیں اپنے اپنے گھر کو روانہ ہوئے۔ کہتے ہیں مرے کو روئے بیٹھکر رزق کو کھڑے ہو کر۔ گر دیکھا کہ زندہ کے رونے والے دونوں سے زیادہ تھے۔ بیٹے جیسی تھا نہ اُٹھے چین یہ چار شخص تھے جو زندہ جنازے کو رو رہے تھے، دونو بہنیں ور خود میاں بیوی کس کا کھانا پینا اور کہاں کی بھوک پیاس اندر یہ چاروں پکڑے اور باہر نوکر چاکر دانتوں میں انگلی دیئے خاموش بیٹھے تھے دفعتہً مشرف کو کچھ خیال آیا، کوٹھری کھولی اندر گئی، صندوق دیکھا تو صندوقچہ جس میں تمام زیور تھا ندارد، چپکی آکر بیٹھ گئی، اور تھوڑی دیر بعد خود ہی کہنے لگی نا ہنجار دھوکے فریب سے نہیں جان بوجھکر گئی ہے، زیور کا صندوقچہ بھی لے گئی، اچھن اُٹھا اندر جاکر دیکھتا ہے تو واقعی صفایا کرگئی دونو پھوپیوں کو تو پہلے ہی سے یقین تھا اور اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ ایس یا نیس برس کی عورت ننھی ہی بچہ نہیں کہ کوئی گود میں اُٹھا کر یا بہکا کر لیجائے، مگر ہاں ماں باوا اب تک ممتا کی

وجہ سے اس کو بے قصور ہی سمجھ رہے تھے لیکن اب ان کو پورا یقین ہو گیا کہ دیدہ دلیری سے
گئی اور کھلے خزانے بھاگی، زیور بھی کچھ کم نہیں چھ ساڑھے چھ ہزار کا مال تھا۔ روپیہ بھی گیا اور
آبرو بھی اور سب سے بڑھ کر وہ بچی جس کو اندھیرے گھر کا اجالا پھوٹی آنکھ کا دیدہ اور ٹوٹے گھر
کا دیا سمجھتے تھے، اچھن ہرگز ہرگز ہمدردی کا مستحق نہیں، یہ نتیجہ اس کے سامنے کھلا ہوا تھا، اگر
آنکھیں کھول کر دیکھتا تو اس روشن آئینہ میں اس کو یہ گھڑی صاف جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی
کس کس نے اس اندھے کو نہ سمجھایا، بہنوں نے اس سے کہا، بہنوئی اس سے بگڑا، دوست آشنا اس کے
سر ہوئے۔ اب اس کے واسطے آسمان سے فرشتے تو آنے سے رہے، پھر بھی ہم اسے بہت خوش نصیب
سمجھتے ہیں کہ اس کو اپنے گنوں کا ابھی تک کوئی بدلہ نہ ملا ورنہ کون سا ظلم تھا جو اس نے نہ کیا
اور کون سا ستم تھا جو اس نے نہ توڑا۔ بہنوں کے ترکے اس نے مارے معصوم بچوں کا حق اس نے
دبایا، بڈھے نوکروں کی تنخواہ اس نے اینٹھی، یتیموں کے مال مدرسے کا اسباب رانڈ بہن کا بستہ
کس کس کا رونا رویا جائے، وہ تو اندھا اور اپاہج ہو کر لنگڑا اندھا اور لولا بنکر در در کی بھیک اور گھر گھر کی
ٹھوکریں کھاتا تو سزاوار تھا، مگر دونوں میاں بیوی خوش نصیب تھے رضیہ اگر ماں جائی نہ ہوتی تو رانڈ
کی آہ تو دونوں کا کلیجہ توڑ دیتی باوجود ان تمام باتوں اور اس سختی کے جو ہم اچھن کے معاملہ میں
روا رکھتے ہیں اس کی حالت اب قابل رحم ضرور تھی اور اگر کوئی اس کے حالات سے بے خبر دیکھتا
تو قطعی متاثر ہو جاتا، تین دن اور تین رات چاروں طرف سرگرداں پھرا، اب اس کو صرف
یا رمان تھا کہ اگر ایک دفعہ اس ناہنجار کی صورت دیکھ لوں تو گولی مار دوں، دن کی بھوک
اور رات کی نیند سب اڑ گئی مزا یہ تھا کہ میاں بیوی پر الزام رکھتا تھا اور بیوی میاں
پر چوتھے پانچویں روز اتنا پتہ چلا کہ ہڈ ویرڈ والے کا لڑکا جو ہر وقت کوٹ پتلون
پہنے پھرتا ہے اور پہلے یکہ ہانکتا تھا ڈورے ڈال رہا تھا۔ زیادہ کھوج لگایا تو اتنا اور پتہ
چلا کہ دونوں اسی تاریخ کو دو بجے دن کی گاڑی سے امرتسر گئے ہیں، لپکتا ہوا گھر آیا۔
اور اس کڑکڑاتی سردی اور مہاوٹ میں لحاف لیا نہ رضائی تھوڑے سے روپے لے کر

امرتسر پہنچا، سرائوں میں گیا، ہوٹلوں میں گیا۔ چاروں طرف پوچھا مگر خاک پتہ نہ چلا۔
ہاں کوتوال سے اتنا معلوم ہو سکا کہ احمد بیگ کانسٹبل جمعہ کی رات کو ایک نوعمر لڑکے اور
لڑکی کو لے کر آیا، اور بیان کیا کہ نصیری سرا کی ایک کوٹھری سے رونے پیٹنے کی آواز آئی
میں گیا تو دروازہ اندر سے بند تھا اور یہ عورت رو رہی تھی۔ مگر یہ مرد زبردستی اس کو خاموش
کر رہا تھا۔ میں نے دروازہ کی چول اُتاری تو یہ عورت میرے قدموں پر گر پڑی اور کہا خدا کے لیے مجھے بچائیے
یہ مجھکو بہکا کر گھر سے لے آیا میری عصمت خراب کی، میرا زیور چھین لیا۔ میرے پاس صرف یہ گلوبند
رہ گیا ہے، اس کو بھی لینا چاہتا ہے۔ اور میں نے مرد سے پوچھا، تو اس نے کہا۔ یہ میری بیوی
اور منکوحہ ہے اس کا بیان جھوٹا ہے، یہ بدچلن ہے۔ اس کا باپ میر اچھن زندہ ہے اور میں
اس کو وہاں پہنچانا چاہتا ہوں، کوتوالی میں جب اس عورت سے دریافت کیا گیا تو وہ
پڑھی لکھی شریف عورت معلوم ہوتی تھی اور بالکل خاموش تھی اس نے کسی قسم کا اظہار
ایسا نہ دیا جس سے کانسٹبل کے بیان کی تصدیق ہوتی۔ وہ دونوں چھوڑ دیئے گئے اور
ہدایت کی گئی کہ علی الصباح حاضر ہوں مگر معلوم ہوا کہ وہ رات ہی کو کہیں چلے گئے میر
اچھن آپ ہی ہیں۔

میر اچھن ۔ جی ہاں میں ہی اس کا بدنصیب باپ ہوں۔

کوتوال ہاں تو جناب یہ معاملہ کیا ہے، ماشاء اللہ صاحبزادی خوب چٹاخ پٹاخ
ہیں۔ پڑھی لکھی، بے جھجک، بے حجاب، آپ نے تعلیم پر معلوم ہوتا ہے خوب توجہ کی۔

اچھن ساکت تھا یہ حال سنکر اس کی آنکھوں میں بجلی چمک گئی اور پورا یقین ہو گیا
کہ یہ کم بخت ہدو نے میری آبرو پر پانی پھیرا، کوتوال کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور سیدھا
اسٹیشن پر آیا، ارادہ کیا کہ گھر چلوں، مگر ساتھ ہی خیال آیا، اب یہ صورت کنبہ میں دکھانے
اور عزیزوں میں بیٹھنے کے قابل نہ رہی، کس منہ سے جاؤں اور کس دل سے شہر میں پھروں شام
تک اسی ادھیڑ بن میں مبتلا رہا: اور آخری فیصلہ یہی ہوا کہ اب زندہ گھر جانا بے غیرتی کی انتہا

ہے ، اسی وقت بازار گیا، تولہ بھر افیون لی ، اور بیوی کو خط لکھا۔

" امرتسر پہنچکر معلوم ہوا کہ اکرم برف والے ہندو کے لڑکے کے ساتھ بھاگ گی، میں اور تم دونو دنیا ہی میں نہیں، خدا کے ہاں بھی اُس بال میں گرفتار ہوں گے، جس شخص پر یہ کچھ مصیبت گزر جائے اور جو بزرگوں کی ناک اس طرح کاٹ دے وہ اب کس منھ سے گھر آئے اور لوگوں کو صورت دکھائے تعلیم نسواں کے غلط رستوں اور طرز جدید کے خبط نے مجھکو یہ دن دکھایا، میں اب اس دنیا سے رخصت ہوتا ہوں اور جس وقت یہ خط تم کو پہنچے گا اس وقت میری لاش بھی دفن ہو چکی ہوگی، میں وہ بدنصیب ہوں کہ مجھکو قبر بھی نصیب نہ ہوگی، ڈاکٹر میری لاش کو چیرے پھاڑیں گے، اور بھنگی چمار مجھکو دفن کریں گے، کفن، قبر، نماز اور خیرات مجھکو کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ یہ تمام مصیبت یہ ساری آفت، اس خیال کا انجام اور اس شوق کا نتیجہ ہی جو اپنے پاک مذہب کو چھڑا کر دوسری طرف لے گیا، میری موت بظاہر ایک موت ہی مگر درحقیقت میرے مقلدین کے لیے عبرت ہوگی، اور مسلمان سمجھ جائیں گے کہ مذہب سے علیحدگی کیا وبال لاتی ہی، میں اس وقت اپنے افعال پر نادم اپنی حرکتوں پر پشیمان اور اپنی غلطیوں پر متاسف ہوں، میری روح اس وقت پیکر خاکی کو چھوڑ کر اس مالک حقیقی کے حضور میں جاتی ہی، جس کی نافرمانی میں میں نے عمر بسر کی اور جس نے مجھکو یہ دن دکھایا مگر آج میں تمہارے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ مسلمان مرتا ہوں اور دعا کر نا کہ مسلمان اُٹھوں۔

اتنا لکھکر میرا جہین نے خط بند کر ڈاک میں ڈالا اسٹیشن کی تپائی پر لیٹا۔ اور کہا الٰہ العلمین میرے گناہوں کو معاف کیجیو، میری ناپاک روح اب تیرے حضور میں حاضر ہوتی ہے۔ کیونکہ اب دنیا میں اس کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ اتنا کہکر میرا جہین نے افیون کھالی اور تپائی پر پڑکر ہمیشہ کی نیند سوگیا۔

شام زندگی

زندگی کی بہار ہندوستان میں صدیوں سے خزاں رسیدہ سمجھی جاتی ہے۔ خلقت جی رہی ہے گو مرنے سے بدتر۔ جینے کی بنیاد گھرداری پر ہے اور گھرداری عورت کا دوسرا نام ہے۔ عورت کی حالت یہ ہے کہ نہ وہ اپنی آدمیت کا حس رکھتی ہے نہ مرد کی طلب ذلیت کو سمجھتی ہے۔ مرد روتے ہیں عورت حیوان ہے۔ عورت کہتی ہے مرد نادان ہیں نہ انکو صبح زندگانی کی خبر اور نہ اُن کو شام حیات سے سروکار۔ مولینا راشد الخیری نے قلم اُٹھایا اور صبح زندگی کا خاکہ کھینچکر دکھا دیا کہ ناحق زندگی کرکری کرتے ہو۔ جینے کی ابتدائی بہاریں یوں ہوتی ہیں۔ عورتوں نے مردوں نے جو احتیاط کہ کو جس کا نام صبح زندگی تھا دیکھا پڑھا تو جانا کہ زندگی شروع کرنے کا ہم سب کو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جو کتاب صبح زندگی میں ہے۔ مولانا راشد زندگی کو دوپہر کی دھوپ میں چھوڑ کر چپ ہو گئے تو ہند کے چاروں کھونٹ سے آوازیں آئیں کہ زندگی کو شام تک پہنچاؤ ادھر میں نہ چھوڑو انہوں نے قلم برق رقم پر انگلی رکھدی اور شام زندگی چمک کر نمودار ہو گئی۔ شام زندگی کتاب ہے صبح زندگی سے زیادہ لاجواب ہے۔ عورتیں اس کتاب کو پڑھ لیں تو انکو اپنی زندگی کا مزا بھی آجائے اور مردونکی زندگی بھی بہشت بنجائے شام زندگی ایک دلچسپ قصہ ہے۔ درد و غم کا افسانہ ہے۔ بے نظیر اردو کا سمندر ہے۔ جو پڑھے ہنسے روئے مزے لے۔ پھر پڑھے پھر سوچے اور بے اختیار ہو کر پھر پڑھے کسی طرح جی نہ بھرے۔ یہ عجیب جادو اس کتاب میں ہے اور تاثیر کی یہ حالت ہے کہ پڑھنے والا اسے خود بیتی تصور کرتا ہے۔ زندگی کے نقص محسوس کرتا جاتا ہے اس کی اصلاح کی تدبیریں ذہن میں جمانی شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ داستان تو مکاشفہ خیری نے مجھپر جوڑی ہے اور وجہ یہ ہے کہ عقل شعار مصنف ضرورتوں کو پڑھ کر یہ کتاب لکھی ہے۔ شام زندگی ہر گھر میں زندگی پیدا کر دیگی اس کو پڑھ کر عورتیں اپنے بھولے ہوئے فرائض جان جائیں گی اور اُن کو شریفوں کی طرح نیک بیویوں کی مانند اور سلیقہ مند گھر والی کی مثل خاوند کا دل موہنا اور سارے کنبہ اور سارے شہر اور ساری قوم اور سارے ملک کی واہ واہ حاصل کرنا آجائے گا۔ کتاب شام زندگی عورتوں سے زیادہ مردوں کو مفید ہو گی۔ کیونکہ مرد اگر عورتوں کے طریق حیات اور جذبات سے آگاہ ہوں گے تو انکے گھروں میں بہشت اُتر آئے گی اور وہ دیکھیں گے کہ زندگی اس کا نام ہے۔ شام زندگی مولانا راشد الخیری کی بہترین تصنیف ہے۔ شام زندگی اردو ادب کی لاجواب نشانی ہے۔ شام زندگی اصلاح معاشرت کی اثردار استانی ہے۔ شام زندگی دہلی کی آواز ہے۔ جس سے اس مردہ شہر کی حیات کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ خریدیئے گھر کے لئے منگائیے۔ بچوں کو لیکر دیجئے۔ دوستوں میں تقسیم فرمائیے۔ زندگی کو نہ بھولیئے۔ دیکھئے دیکھیئے اس کتاب کا جینا جلانا۔ جاگنا جگانا۔ بہلانا پھسلانا اور باتوں باتوں میں دل کے اندر اُتر جانا دیکھئے۔ اس کتاب کے گیارہ ایڈیشن قریب قریب ختم ہو چکے ہیں قیمت عہ

ملنے کا پتہ: منیجر نظام المشائخ پوسٹ بکس ۵۱ دہلی

مصورِ غم علامہ راشد الخیری کی معرکتہ الآرا تصنیف

صبحِ زندگی

یہ شامِ زندگی کا پہلا حصہ ہے۔ شامِ زندگی میں نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے حالات پڑھنے سے پہلے ذرا اُنکا کوارپنہ بھی دیکھ لو۔ اس سے تمہیں پتہ لگے گا کہ ایک لڑکی کی پیدائش سے شادی تک کیونکر تعلیم و تربیت کرنی چاہیے علامہ راشد الخیری اس قسم کے مضامین کو دلچسپ اور موثر بنا دینے میں جو ملکہ رکھتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ تمہاری بیٹیوں کی اتالیق ہے۔ تمہاری بیویوں کی مشیر ہے اور خود تمہاری ذات کے لیئے لٹریچر کا بیش بہا خزانہ ہے۔ انمول قصہ ہے۔ اس سے کام لو نصیحت پکڑو اور لطف اُٹھاؤ۔ صبحِ زندگی میں رو بیان کیف زبان اور زندگی کا سامان سب کچھ موجود ہے۔ باوجود بیشمار خوبیوں اور کاغذ کی گرانی کے قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے ہے

شبِ زندگی

صبحِ زندگی میں نسیمہ کے بچپن اور جوانی کو دکھایا گیا ہے اور شامِ زندگی میں اُسے آخری منزل تک پہنچایا ہے۔ شبِ زندگی میں موت کے بعد کی سرگزشت پڑھو اور اپنے بیوی بچوں کے سامنے نسیمہ کا پاک نمونہ پیش کر کے انہیں اس جیسا بناؤ تاکہ وہ یہاں بھی اچھے بیج بوئیں اور وہاں بھی اچھے پھل کھائیں۔ صبحِ زندگی اور شامِ زندگی مفید ہونے کے ساتھ جیسی موثر اور درد انگیز کتابیں ہیں۔ آپ کو اُن کا علم ہے۔ پھر شبِ زندگی جو ستم ڈہاوے کم ہے۔

علامہ راشد الخیری کی ہر سطر جادو کا کام کرتی ہے اور شبِ زندگی اُن کا ماسٹر پیس ہے۔ اس کے الگ دو حصے ہیں۔ قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عہ

ملنے کا پتہ

منیجر نظام المشائخ پوسٹ بکس ۵۱ دہلی